قرضِ محبت

از قلم

احمد

Novel Cafe

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے جب یونیورسٹی کا وسیع آڈیٹوریم طلباء، اساتذہ اور معزز مہمانوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ سالانہ ادبی کانفرنس کا آخری دن تھا اور ماحول میں ایک خاص قسم کا جوش و خروش تھا۔ سٹیج پر لگی روشنیاں اور پھولوں کی بھینی بھینی مہک فضا کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔ حیا نور اپنی دوست زویا کے ساتھ تیسری قطار میں بیٹھی، نظریں جھکائے پروگرام کی تفصیلات پڑھ رہی تھی۔ اس نے ہلکے آسمانی رنگ کا سادہ سا لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس پر سفید دھاگے کی نازک کڑھائی تھی۔ اس کی سادگی ہی اس کا حسن تھی، ایک ایسا حسن جو آنکھوں کو خیرہ کرنے کے بجائے روح میں اترتا محسوس ہوتا تھا۔ "حیا! تم ابھی تک اسی کتابچے میں گم ہو؟" زویا نے شرارت سے کہنی مارتے ہوئے کہا۔ "دیکھو تو سہی، آج کے مہمانِ خصوصی کتنے ڈیشنگ ہیں۔ پورا ہال ان کی طرف ہی دیکھ رہا ہے۔" حیا نے دھیرے سے نظر اٹھائی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اور سٹیج کی طرف دیکھا جہاں یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے ساتھ ایک وجیہہ اور پراعتماد نوجوان بیٹھا تھا۔ سیاہ رنگ کے قیمتی سوٹ میں ملبوس، اس کے چہرے پر ذہانت اور متانت کا ایک حسین امتزاج تھا۔ وہ دانیال حسین تھا، ملک کے معروف بزنس ٹائیکون حسین فاروقی کا اکلوتا بیٹا، جس نے کم عمری میں ہی کاروباری دنیا میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا تھا۔ "ہوں گے..." حیا نے بے نیازی سے کہا اور دوبارہ کتابچے پر نظریں جما لیں۔ اسے ان چکاچوند شخصیات میں کبھی کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اس کے لیے کامیابی کا معیار دولت یا شہرت نہیں، بلکہ کردار کی بلندی اور علم کی گہرائی تھی۔ زویا نے اس کی لاتعلقی پر مصنوعی خفگی کا اظہار کیا، "تم بھی ناں! ہر وقت بس کتابیں اور اصول۔ ارے بھئی، دنیا میں اور بھی دلچسپ چیزیں ہوتی ہیں۔" اسی دوران مہمانِ خصوصی، دانیال حسین کو اظہارِ خیال کے لیے مدعو کیا گیا۔ اس کی آواز میں ایک

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایسا ٹھہراؤ اور اعتماد تھا کہ پورے ہال پر سکوت طاری ہو گیا۔ اس نے نوجوانوں کو صرف کاروبار کے گر نہیں سکھائے، بلکہ زندگی میں اخلاقیات، محنت اور خلوص کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ اس کی باتیں سطحی نہیں تھیں، ان میں گہرائی تھی۔ حیا جو اب تک بے دھیانی سے سن رہی تھی، غیر محسوس طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس کا اندازِ بیاں، الفاظ کا چناؤ اور خیالات کی پختگی... سب کچھ متاثر کن تھا۔ تقریر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ کئی طلباء نے کاروباری حکمتِ عملی اور سرمایہ کاری کے حوالے سے سوالات کیے۔ دانیال ہر سوال کا جواب بڑی خوش اسلوبی اور تفصیل سے دے رہا تھا۔ اچانک، حیا کے دل میں بھی ایک سوال ابھرا۔ اس نے ہمت کر کے ہاتھ کھڑا کیا۔ منتظمین کی نظر پڑی تو مائیک اس تک پہنچا دیا گیا۔ جب وہ کھڑی ہوئی تو ایک لمحے کے لیے دانیال کی گہری اور متلاشی نظریں اس پر مرکوز ہو گئیں۔ اس نے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک پرسکون سانس لیا اور مہذب لہجے میں اپنا سوال شروع کیا:

"جناب، آپ نے کامیابی کے لیے محنت، لگن اور جدید ٹیکنالوجی کی بات کی۔ یہ سب اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کی نظر میں کاروباری دنیا کی چکاچوند اور دولت کی دوڑ میں ایک انسان اپنی اخلاقی اقدار اور روحانی سکون کو کیسے محفوظ رکھ سکتا ہے؟ کیا مادی کامیابی حقیقی خوشی کی ضمانت ہے؟"

اس کے سوال نے پورے ہال کی فضا بدل دی۔ اب تک ہونے والے تمام سوالات کے برعکس یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا تعلق روح اور ضمیر سے تھا۔ دانیال کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے سنجیدہ تاثرات ابھرے اور پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نے ان کی جگہ لے لی۔ اس نے پہلی بار کسی سوال کرنے والے کو اتنے غور سے دیکھا تھا۔ اس سادہ سی لڑکی کی آنکھوں میں تجسس اور لہجے میں خلوص تھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس نے جواب دیا، "بہت خوبصورت سوال کیا آپ نے... آپ کا نام؟"

"حیا نور۔" اس نے دھیرے سے کہا۔ "حیا... بہت پیارا نام ہے۔"

دانیال نے غیر ارادی طور پر کہا اور پھر فوراً سنبھلتے ہوئے اپنے جواب کی طرف آیا۔ "دیکھیے حیا، کامیابی ایک توازن کا نام ہے۔ جس طرح ایک گاڑی کو چلنے کے لیے چاروں پہیوں کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح زندگی میں مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی مضبوطی بھی لازمی ہے۔ پیسہ آپ کو آسائشیں تو دے سکتا ہے، لیکن سکون نہیں۔ سکون تب ملتا ہے جب آپ کی نیت صاف ہو، جب آپ اپنے اصولوں پر سمجھوتہ نہ کریں اور جب آپ کو یہ احساس ہو کہ آپ کی کامیابی سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ حقیقی خوشی دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ لانے میں ہے، اپنے ضمیر کو مطمئن رکھنے میں ہے۔" اس کے جواب پر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ حیا خاموشی سے بیٹھ گئی، لیکن اس کا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دل عجیب طرح سے دھڑک رہا تھا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ اتنی بڑی کاروباری شخصیت اتنی گہری اور سلجھی ہوئی سوچ کی مالک ہو سکتی ہے۔تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔ طلباء مہمانِ خصوصی کے گرد آٹوگراف اور سیلفیز کے لیے جمع ہو گئے۔ زویا نے حیا کو چلنے کا اشارہ کیا، "چلو، ورنہ بہت رش ہو جائے گا۔"وہ دونوں جب ہال سے باہر نکل رہی تھیں تو اچانک کسی نے پیچھے سے حیا کا نام پکارا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو دانیال حسین خود ان کی طرف آرہا تھا۔اس کے قریب آتے ہی تمام نظریں ان کی طرف مڑ گئیں۔ زویا تو حیرت سے منہ کھولے کھڑی رہ گئی۔ ”معاف کیجیے گا، میں نے آپ کو روکا۔" دانیال نے انتہائی شائستہ لہجے میں کہا۔ "آپ کا سوال بہت فکر انگیز تھا۔ آج کل کے نوجوان صرف کیریئر اور پیسے کی بات کرتے ہیں، لیکن آپ نے جس پہلو پر روشنی ڈالی، وہ ہم سب کے لیے ایک یاد دہانی ہے۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

حیا نے نظریں جھکائے رکھا۔ "شکریہ... یہ تو بس ایک خیال تھا جو ذہن میں آیا۔"

"خیالات ہی تو شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔" دانیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ ادب کی طالبہ ہیں؟"

"جی، اردو ادب میں ماسٹرز کر رہی ہوں۔"

"بہت خوب۔ ادب انسان کو حساس بناتا ہے۔" اس نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا، "آپ سے مل کر اور آپ کے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی۔" یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گیا۔ حیا وہیں کھڑی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس کا دل ابھی تک بے ترتیب تھا۔ یہ کوئی عام ملاقات نہیں تھی۔ اس مختصر سی گفتگو میں کچھ ایسا تھا جو ان دونوں کے دلوں پر ایک ان مٹ نقوش چھوڑ گیا تھا۔ گاڑی میں واپسی کے دوران زویا اسے چھیڑتی رہی، "واہ بھئی حیا! پورا ہال اسے دیکھ رہا تھا اور وہ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تمہیں دیکھ رہا تھا۔ لگتا ہے کسی کے دل پر دستک ہو گئی ہے۔"حیا نے کوئی جواب نہیں دیا، بس کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔ شام ڈھل چکی تھی اور شہر کی روشنیاں جل اٹھی تھیں، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک نئی روشنی جھلملا رہی تھی۔ دوسری طرف، دانیال اپنی گاڑی میں بیٹھا، شہر کی سڑکوں کو نہیں، بلکہ اپنے دل میں ابھرنے والے نئے احساس کو دیکھ رہا تھا۔ اسے بار بار وہ سادہ سا چہرہ، وہ جھکی ہوئی پلکیں اور وہ گہرا سوال یاد آ رہا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ کیوں، لیکن اس کے دل نے کہا تھا... یہ لڑکی بہت خاص ہے۔فاروقی مینشن اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ خاموش کھڑا تھا۔ رات کا کھانا ڈائننگ ٹیبل پر لگایا گیا تھا، جس کی لمبائی اور چوڑائی ہی اس خاندان کی امارت کی کہانی سنانے کے لیے کافی تھی۔ قیمتی کراکری، چاندی کے چمچے اور بلوریں گلاس دھیمی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔ گھر کے سربراہ، حسین فاروقی، اپنی مخصوص نشست پر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

براجمان تھے اور ان کے سامنے ان کا اکلوتا بیٹا دانیال بیٹھا تھا، جبکہ صبیحہ بیگم اپنے شوہر کے دائیں جانب تھیں۔ ملازم خاموشی سے کھانا پروس رہے تھے اور حسین فاروقی اپنے کاروبار کے کسی نئے منصوبے پر گفتگو کر رہے تھے۔ "دانیال، ہمیں اس نئے پراجیکٹ کے لیے جرمنی کی ایک فرم سے بات کرنی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کل ہی تمام دستاویزات کا جائزہ لو۔ اسلم صاحب سے بھی مشورہ کر لینا۔"

"جی، بابا۔" دانیال نے مختصر جواب دیا، لیکن اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ اس کے خیالات کا مرکز وہ یونیورسٹی کا آڈیٹوریم اور وہ سادہ سی لڑکی تھی جس کے سوال نے اس کے دل و دماغ پر ایک انوکھی دستک دی تھی۔ حیا نور... نام بھی کتنا خوبصورت تھا، بالکل اس کی شخصیت جیسا۔ اسے بار بار اس کا سنجیدہ چہرہ، جھکی ہوئی پلکیں اور وہ پر اعتماد لہجہ یاد آ رہا تھا جس میں اس نے مادی کامیابی اور روحانی سکون کا سوال اٹھایا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تھا۔ آج تک اسے جتنی بھی لڑکیاں ملی تھیں، ان کی گفتگو کا محور فیشن، پارٹیاں، دولت اور سماجی حیثیت ہوا کرتا تھا۔ یہ پہلی لڑکی تھی جس نے اتنی گہری اور حقیقی بات کی تھی۔

"دانیال! میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" حسین فاروقی کی سخت آواز نے اس کے خیالات کا سلسلہ توڑ دیا۔ "تمہارا دھیان کہاں ہے؟"

"کچھ نہیں بابا... بس آج یونیورسٹی کی کانفرنس میں کچھ تھکاوٹ ہو گئی۔" اس نے بہانہ بنایا۔ صبیحہ بیگم نے اپنے بیٹے کے چہرے پر کھوئے ہوئے تاثرات کو بھانپ لیا تھا۔ وہ ماں تھیں، ان کی نظروں سے کچھ چھپا نہیں تھا۔ انہوں نے نرمی سے پوچھا، "دانیال بیٹا، آپ ٹھیک تو ہیں؟ کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھا رہے۔"

"میں ٹھیک ہوں امی، بس یونہی۔" اس نے ماں کو تسلی دینے کی کوشش کی، لیکن اس کی آنکھوں کی چمک ایک الگ ہی کہانی سنا رہی تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

حسین فاروقی نے بیزاری سے کہا، "ابھی سے تھکاوٹ؟ کام تو ابھی شروع ہوا ہے۔ اور صبیحہ، میں تم سے کہہ رہا تھا کہ سارہ کے رشتے کے لیے بھی کوئی اچھی جگہ دیکھو۔ ویسے میری نظر میں تو دانیال کے لیے اس سے بہتر کوئی لڑکی نہیں۔ خاندان بھی اپنا ہے اور اسٹیٹس بھی۔" دانیال نے اس بات پر کوئی ردِ عمل نہیں دیا، لیکن اس کے اندر ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی۔ سارہ اس کی کزن تھی، ایک اچھی لڑکی تھی، لیکن دانیال اسے ہمیشہ ایک دوست اور رشتے دار کے طور پر ہی دیکھتا آیا تھا۔ اس کے دل میں سارہ کے لیے وہ جذبات نہیں تھے جو ایک جیون ساتھی کے لیے ہونے چاہییں۔ اور آج... آج تو اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ کھانے کے بعد، جب حسین فاروقی اپنے اسٹڈی روم میں چلے گئے تو دانیال اپنی والدہ کے پاس ان کے کمرے میں آگیا۔ صبیحہ بیگم اپنی پسندیدہ کتاب پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں، لیکن ان کا دھیان بھی اپنے بیٹے کی طرف

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہی تھا۔"امی، کیا میں آپ سے کچھ بات کر سکتا ہوں؟" دانیال نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بیٹا، ضرور۔ میں خود تم سے پوچھنا چاہ رہی تھی کہ تم کیوں پریشان نظر آ رہے ہو؟" انہوں نے کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے شفقت سے پوچھا۔دانیال ایک لمحے کے لیے خاموش رہا، الفاظ تلاش کرتا رہا۔ پھر اس نے دھیرے سے کہنا شروع کیا، "امی، آج یونیورسٹی میں ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی۔" صبیحہ بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اچھا؟ کون تھی وہ؟"

"وہ وہاں کی طالبہ ہے۔ اس نے ایک سوال کیا تھا... اور اس کے سوال نے، اس کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ اتنی سلجھی ہوئی، سادہ اور پُر وقار... میں نے آج تک ایسی کوئی لڑکی نہیں دیکھی۔" وہ بولتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایک خواب سا تیر رہا تھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

صبیحہ بیگم اپنے بیٹے کے اس انداز سے حیران بھی تھیں اور خوش بھی۔ انہوں نے آج تک دانیال کو کسی لڑکی کے بارے میں اتنے جذبات سے بات کرتے نہیں سنا تھا۔ "کیا نام ہے اس کا؟"

"حیا... حیا نور۔" یہ نام صبیحہ بیگم کے کانوں میں ایک میٹھے سر کی طرح بجا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ کوئی وقتی پسندیدگی نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں میں سچائی تھی۔

"تو اب تم کیا چاہتے ہو؟" انہوں نے سیدھا سوال کیا۔

"امی... میں... میں اس کے بارے میں مزید جاننا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے خاندان کے بارے میں معلوم کریں۔ اگر وہ اور ان کا خاندان اچھے لوگ ہیں، تو میں اس رشتے کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر صبیحہ بیگم کی مسکراہٹ کچھ ماند پڑ گئی۔ وہ اپنے بیٹے کی خوشی تو چاہتی تھیں، لیکن وہ سماجی حقائق سے بھی واقف تھیں۔ "دانیال بیٹا،

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

آپ جانتے ہیں کہ آپ کے والد کی سوچ کیسی ہے۔ وہ ہمیشہ اسٹیٹس اور خاندانی برابری کو اہمیت دیتے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ لڑکی کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔"

"امی، کیا اسٹیٹس ہر چیز سے بڑھ کر ہے؟ کیا ایک اچھا انسان اور ایک نیک خاندان ہونا کافی نہیں؟" دانیال کے لہجے میں التجا تھی۔ "میں نے زندگی میں پہلی بار کسی سے اتنا متاثر ہوا ہوں۔ میں دولت اور دکھاوے کی زندگی سے تھک گیا ہوں۔ مجھے ایک ایسی ساتھی چاہیے جو میری روح کو سمجھے، نہ کہ میرے بینک بیلنس کو۔" بیٹے کے ان الفاظ نے صبیحہ بیگم کے دل پر گہرا اثر کیا۔ وہ جانتی تھیں کہ دانیال جو کہہ رہا ہے، وہ سچ ہے۔ انہوں نے ایک گہری سانس لی اور فیصلہ کیا۔ "ٹھیک ہے بیٹا۔ میں تمہاری خوشی کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گی۔ میں پہلے اس لڑکی اور اس کے خاندان کے بارے میں خاموشی سے معلوم کرواتی ہوں۔ اس

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کے بعد ہم تمہارے والد سے بات کرنے کا کوئی مناسب موقع دیکھیں گے۔"ماں کے ان الفاظ نے دانیال کے دل کو سکون اور امید سے بھر دیا۔ اس نے تشکر بھری نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا اور ان کا ہاتھ تھام لیا۔ "شکریہ امی! آپ دنیا کی سب سے اچھی ماں ہیں۔"

اس رات دانیال کو بہت دیر تک نیند نہیں آئی۔ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھتا رہا اور حیا کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسے لگا جیسے امید کی پہلی کرن نے اس کے دل کے دروازے پر دستک دی تھی۔ ایک ایسی دستک جو اس کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدلنے والی تھی۔اگلی صبح دانیال کے لیے امید کی ایک نئی کرن لے کر آئی۔ اس نے اپنی والدہ کے چہرے پر ایک پُرعزم مسکراہٹ دیکھی تو اس کا دل سکون سے بھر گیا۔ صبیحہ بیگم نے اپنے بیٹے سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنی ایک پرانی اور قابلِ اعتماد

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دوست، بیگم طلعت سے رابطہ کیا جن کے سماجی حلقے کافی وسیع تھے اور وہ لوگوں کو پرکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتی تھیں۔ انہوں نے کسی کا نام لیے بغیر، صرف علاقے اور حلیے کی مدد سے انور علی صاحب کے گھرانے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہا۔

دو دن بعد، بیگم طلعت نے انہیں فون پر تمام تفصیلات فراہم کر دیں۔ ان کی آواز میں حیا کے خاندان کے لیے بے حد تعریف تھی۔ انہوں نے بتایا، "صبیحہ! جس گھرانے کی تم بات کر رہی ہو، وہ شرافت اور خودداری کی مثال ہیں۔ انور علی صاحب ایک ریٹائرڈ پروفیسر ہیں، پورے محلے میں ان کی عزت کی جاتی ہے۔ اصولوں کے پکے اور نہایت وضع دار انسان ہیں۔ ان کی اہلیہ رضوانہ بیگم ایک سلیقہ مند اور دین دار خاتون ہیں۔ اور ان کی دونوں بیٹیاں... حیا اور علیزے، سادگی اور تربیت کا بہترین نمونہ ہیں۔ خاص طور پر بڑی بیٹی حیا، جس نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

داری میں بھی اپنی ماں کا ہاتھ بٹایا ہے۔ محلے میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اس خاندان کی تعریف نہ کرتا ہو۔ دولت مند نہیں ہیں، لیکن عزت اور کردار کی دولت ان کے پاس کسی سے بھی زیادہ ہے۔"

یہ سن کر صبیحہ بیگم کا دل اطمینان سے بھر گیا۔ انہیں ایسی ہی کسی خبر کی توقع تھی۔ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ ان کے بیٹے کی پسند محض ظاہری نہیں، بلکہ حقیقی جوہر پر مبنی ہے۔ اب سب سے مشکل مرحلہ اپنے شوہر، حسین فاروقی کو اس رشتے کے لیے راضی کرنا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد، جب وہ دونوں اپنے لاؤنج میں بیٹھے تھے، صبیحہ بیگم نے ہمت جمع کی اور بات شروع کی۔ "حسین صاحب، میں آپ سے دانیال کے مستقبل کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتی تھی۔" حسین فاروقی نے اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر کہا، "ہاں کہو۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اب اس کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

شادی کر دینی چاہیے۔ میری نظر میں سارہ سے بہتر کوئی انتخاب نہیں۔ کاروبار بھی سمجھے گی اور خاندان میں بھی گھل مل جائے گی۔"

"میں جانتی ہوں،" صبیحہ بیگم نے نرمی سے کہا، "لیکن دانیال... وہ سارہ کو بہنوں کی طرح سمجھتا ہے۔ اور سچ کہوں تو اس نے کسی اور لڑکی کو پسند کیا ہے۔" یہ سننا تھا کہ حسین فاروقی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ انہوں نے اخبار ایک طرف پھینکتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا، "کون ہے وہ لڑکی؟ کس خاندان سے ہے؟ ہمارا اسٹیٹس ہے بھی یا نہیں؟" صبیحہ بیگم نے گہرا سانس لیا۔ "لڑکی کا نام حیا نور ہے۔ بہت ہی نیک اور تعلیم یافتہ بچی ہے۔ اس کے والد ایک ریٹائرڈ پروفیسر ہیں۔ ایک معزز اور شریف خاندان ہے۔"

"پروفیسر؟" حسین فاروقی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "یعنی ایک عام سے، متوسط طبقے کے لوگ؟ صبیحہ، تم ہوش میں تو ہو؟ ہم فاروقی انڈسٹریز کے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

مالک ہیں! ہمارے تعلقات ملک کے بڑے بڑے لوگوں سے ہیں۔ ہم ایک معمولی ماسٹر کے گھر اپنی بہو لینے جائیں گے؟ لوگ کیا کہیں گے؟ ہمارے بزنس پارٹنرز کیا سوچیں گے؟" ان کا غصہ اور خدشات وہی تھے جن کا صبیحہ بیگم کو اندازہ تھا۔ لیکن آج وہ اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے ڈٹ جانے کا فیصلہ کر چکی تھیں۔ "لوگوں کی باتوں کے لیے ہم اپنے بیٹے کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ غلط نہیں کر سکتے۔ ہمیں ایک بہو چاہیے، کوئی بزنس ڈیل نہیں۔ ہمیں ایک ایسی لڑکی چاہیے جو ہمارے گھر کو سنبھالے، دانیال کو خوش رکھے، نہ کہ ایسی جو صرف ہمارے اسٹیٹس کی نمائش کرے۔"

"یہ سب کتابی باتیں ہیں!" حسین فاروقی گرجے۔ "میں اس رشتے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔" اسی لمحے دانیال، جو اپنے والدین کی اونچی آوازیں سن کر کمرے کی طرف آگیا تھا، دروازے پر نمودار ہوا۔ اس نے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بڑے ادب سے کہا، "بابا، براہِ کرم ایک بار میری بات سن لیں۔" اس نے اپنے والد کے قریب آکر کہا، "بابا، آپ نے مجھے سب کچھ دیا، بہترین تعلیم، ہر آسائش۔ لیکن آج میں آپ سے اپنی زندگی کی خوشی مانگ رہا ہوں۔ میں نے آج تک آپ کے کسی فیصلے سے انکار نہیں کیا، لیکن یہ میری زندگی کا سوال ہے۔ میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس کی میں دل سے عزت کر سکوں، جس کی سوچ اور کردار بلند ہوں۔ اور حیا ویسی ہی لڑکی ہے۔" حسین فاروقی نے بیٹے کے پُرعزم چہرے اور بیوی کی ملتجی نظروں کو دیکھا۔ وہ غصے میں تو تھے، لیکن اندر سے کہیں نہ کہیں ہل گئے تھے۔ پہلی بار ان کے بیٹے نے اتنے جذبے سے کچھ مانگا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر سخت لہجے میں بولے، "ٹھیک ہے! میں تم دونوں کی ضد کے آگے کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن ایک شرط ہے۔ پہلے تمہاری ماں اکیلے اس لڑکی کے گھر جائے گی۔ اگر انہیں خاندان اور لڑکی ہر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

لحاظ سے ہمارے معیار کے مطابق لگی، تو ہی میں اس بارے میں سوچوں گا۔ ورنہ یہ قصہ یہیں ختم۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ یہ مکمل رضامندی تو نہیں تھی، لیکن ایک امید کی کرن ضرور تھی۔

دوسری طرف، انور علی صاحب کے گھر میں زندگی اپنی پرسکون رفتار سے رواں دواں تھی۔ حیا اپنی چھوٹی بہن علیزے کے ساتھ شام کی چائے کے بعد صحن میں بیٹھی کتابوں پر باتیں کر رہی تھی۔ رضوانہ بیگم کچن میں رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔ تبھی فون کی گھنٹی بجی۔

رضوانہ بیگم نے ہاتھ صاف کرتے ہوئے فون اٹھایا۔ "ہیلو، السلام علیکم۔" دوسری طرف سے ایک انتہائی مہذب اور پروقار نسوانی آواز آئی۔ "وعلیکم السلام۔ جی، کیا میری بات انور علی صاحب کے گھر ہو رہی ہے؟" "جی، میں ان کی اہلیہ بات کر رہی ہوں۔ آپ کون؟" رضوانہ بیگم نے پوچھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"میرا نام صبیحہ حسین ہے۔ میں دانیال حسین کی والدہ ہوں۔" یہ نام سن کر رضوانہ بیگم کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔ دانیال حسین... وہی نوجوان جو یونیورسٹی کی تقریب میں آیا تھا اور جس کا ذکر حیا نے مختصراً کیا تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آیا کہ اتنے بڑے خاندان سے انہیں فون کیوں آیا ہے۔

"جی... جی فرمائیے۔" وہ بمشکل بول پائیں۔

"دراصل میں آپ کے گھر کسی ضروری سلسلے میں حاضر ہونا چاہتی تھی۔ اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو کیا میں کل شام آپ کی طرف آسکتی ہوں؟" رضوانہ بیگم کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ کچھ بھی کہنے سے قاصر تھیں۔ انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا، "جی... جی ضرور۔ خوش آمدید۔ آپ تشریف لائیں۔" فون بند کرنے کے بعد بھی وہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہیں۔ حیا جو پانی پینے کچن میں آئی تھی، اپنی ماں کا بدلا ہوا رنگ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ "امی؟ کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟ کس کا فون تھا؟" رضوانہ بیگم نے دھیرے سے بتایا، "دانیال حسین... ان کی والدہ کا فون تھا۔ وہ کل ہمارے گھر آ رہی ہیں۔" یہ سننا تھا کہ حیا کے دل کی دھڑکن جیسے ایک لمحے کے لیے رک گئی۔ اس کے کانوں میں دانیال کے وہ الفاظ گونجنے لگے، "آپ سے مل کر اور آپ کے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی۔" اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مختصر سی ملاقات اس موڑ پر بھی آ سکتی تھی۔ گھر میں ایک دم خاموشی چھا گئی، ایک ایسی خاموشی جس میں ہزاروں ان کہے سوالات اور ایک انجانی سی امید کی دستک شامل تھی۔

اگلی شام انور علی صاحب کے گھر پر ایک عجیب سی خاموشی اور ہلچل کا امتزاج تھا۔ رضوانہ بیگم صبح سے ہی گھر کی صاف ستھرائی اور اہتمام میں لگی ہوئی تھیں۔ ان کا دل ایک انجانے خوف اور امید کے درمیان ڈول

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

رہا تھا۔ وہ بار بار اپنی بیٹیوں کو ہدایات دے رہی تھیں، حالانکہ حیا اور علیزے نے پہلے ہی ہر چیز سلیقے سے سجا دی تھی۔ گھر چھوٹا تھا، لیکن بے حد صاف ستھرا اور پرسکون۔ دیواروں پر لگی چند خطاطی اور کتابوں سے بھری الماری اس گھر کے علمی اور ادبی ذوق کی گواہی دے رہی تھی۔

علیزے اپنی فطرت کے مطابق ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔ وہ حیا کو چھیڑ رہی تھی، "آپ تو ایسے گھبرا رہی ہیں جیسے آپ کا امتحان ہو۔ ارے بھئی، آنے والے مہمان ہیں، کوئی جلاد تو نہیں۔"

حیا نے اسے گھور کر خاموش کرایا، لیکن اس کے اپنے دل کی جو حالت تھی، وہ صرف وہی جانتی تھی۔ اس نے ہلکے گلابی رنگ کا سادہ سا جوڑا پہن رکھا تھا اور دوپٹہ سلیقے سے سر پر اوڑھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر حیا کا فطری رنگ جھلک رہا تھا، لیکن آنکھوں میں ایک گہری سوچ تھی۔ کیا یہ سب حقیقت تھی؟ کیا واقعی اس کی زندگی میں اتنا بڑا طوفان دستک دے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

رہا تھا؟انور علی صاحب اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے ایک کتاب کا مطالعہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن ان کی توجہ بھی بار بار دروازے کی طرف بھٹک جاتی۔ وہ ایک باپ تھے اور اپنی بیٹیوں کے مستقبل کے لیے فکرمند تھے۔ ان کے چہرے پر متانت اور وقار تھا، لیکن اندر ایک باپ کا دل ہزار اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔ ٹھیک شام پانچ بجے، گلی کے کونے پر ایک چمکتی ہوئی سیاہ مرسڈیز آکر رکی۔ محلے کے چند بچے اور عورتیں کھڑکیوں سے جھانکنے لگے۔ ڈرائیور نے پھرتی سے اتر کر پچھلا دروازہ کھولا اور اس میں سے صبیحہ بیگم برآمد ہوئیں۔ انہوں نے ایک نفیس سی سلک کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی اور ان کی شخصیت سے امارت اور شائستگی جھلک رہی تھی۔دروازے پر دستک ہوتے ہی رضوانہ بیگم نے خود آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور انتہائی احترام سے ان کا استقبال کیا۔ "السلام علیکم، تشریف لائیے۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"وعلیکم السلام،" صبیحہ بیگم نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا اور اندر داخل ہوئیں۔ ان کی تیز نگاہوں نے ایک ہی نظر میں پورے گھر کا جائزہ لے لیا تھا۔ یہاں دولت کی فراوانی نہیں تھی، لیکن نفاست، سلیقہ اور پاکیزگی ہر کونے سے عیاں تھی۔ انہیں ایک عجیب سا سکون محسوس ہوا۔ یہ گھر ان کے عالیشان محل سے کہیں زیادہ پُرسکون تھا۔ انور علی صاحب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ رسمی تعارف اور سلام دعا کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ صبیحہ بیگم ایک جہاں دیدہ خاتون تھیں۔ انہوں نے ماحول کی سنجیدگی کو بھانپتے ہوئے موسم اور دیگر عام موضوعات پر بات شروع کی تاکہ گھر والوں کی جھجک کم ہو سکے۔ کچھ دیر بعد رضوانہ بیگم کے اشارے پر حیا چائے کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے قدموں میں متانت اور چال میں وقار تھا۔ اس نے نظریں جھکا کر صبیحہ بیگم کو سلام کیا اور چائے پیش کی۔ صبیحہ بیگم اسے دیکھتی ہی رہ گئیں۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تصویروں اور تعریفوں سے کہیں بڑھ کر، اس لڑکی میں ایک خاص قسم کی کشش تھی۔ اس کی سادگی میں چھپا حسن، اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک اور اس کے انداز میں ٹھہراؤ... وہ سمجھ گئیں کہ ان کا بیٹا کیوں اس قدر متاثر ہوا تھا۔

"بیٹھو بیٹا،" صبیحہ بیگم نے شفقت سے کہا۔ حیا اپنی والدہ کے پاس بیٹھ گئی۔

"میں نے سنا ہے آپ اردو ادب میں ماسٹرز کر رہی ہیں؟" صبیحہ بیگم نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"جی،" حیا نے دھیرے سے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ ادب تو انسان کی روح کو سنوارتا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں ان مضامین سے دور بھاگتی ہیں۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس کے بعد انہوں نے حیا سے اس کی دلچسپیوں اور مشاغل کے بارے میں چند سوالات کیے۔ حیا ہر سوال کا جواب انتہائی نپے تلے اور مہذب انداز میں دے رہی تھی۔ اس کی باتوں سے اس کی بہترین تربیت اور گہری سوچ کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ صبیحہ بیگم دل ہی دل میں اپنے بیٹے کی پسند پر نازاں ہو رہی تھیں۔جب چائے کا دور ختم ہوا تو صبیحہ بیگم نے ایک گہرا سانس لیا اور اصل مقصد کی طرف آئیں۔ انہوں نے رضوانہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "بہن، میں آپ کا اور انور صاحب کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ میرے یہاں آنے کا ایک خاص مقصد ہے۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں، میرا ایک ہی بیٹا ہے، دانیال۔ ہر ماں کی طرح مجھے بھی اس کے لیے ایک نیک اور سلیقہ مند بہو کی تلاش تھی۔"

یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کو رکیں، پھر براہِ راست انور علی صاحب سے مخاطب ہوئیں۔ "انور صاحب، میرا بیٹا آپ کی بیٹی حیا سے یونیورسٹی کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک تقریب میں ملا تھا۔ وہ اس کی شخصیت، اس کی سوچ اور اس کی سادگی سے بے حد متاثر ہوا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ حیا اس کی زندگی میں شریکِ حیات بن کر آئے۔ میں آج آپ کے پاس، فاروقی خاندان کی طرف سے، آپ کی بیٹی حیا کا رشتہ اپنے بیٹے دانیال کے لیے مانگنے آئی ہوں۔" ان الفاظ نے کمرے میں ایک گہرا سکوت طاری کر دیا۔ رضوانہ بیگم نے بے اختیار اپنی چادر کا کونا انگلیوں میں مسلنا شروع کر دیا۔ حیا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور اس نے اپنی نظریں قالین پر گاڑ دیں۔ سب کی نظریں انور علی صاحب پر جمی تھیں۔ انہوں نے کچھ دیر خاموشی سے سوچا، ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ پھر انہوں نے انتہائی پرسکون اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "صبیحہ بیگم، میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمارے گھر کو یہ عزت بخشی اور ہمارے بارے میں اتنا اچھا گمان کیا۔ یہ میرے لیے اور میرے خاندان کے لیے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک اعزاز کی بات ہے۔"وہ رکے، اور پھر کہا، "لیکن رشتے جذبات اور پسندیدگی سے شروع ضرور ہوتے ہیں، مگر انہیں نبھانے کے لیے حقائق کو بھی مدِنظر رکھنا پڑتا ہے۔ آپ لوگ آسمان کی بلندیاں چھونے والے لوگ ہیں اور ہم زمین پر رہنے والے۔ ہمارے رہن سہن، ہماری اقدار اور ہماری دنیا میں بہت فرق ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ فرق برا ہے، لیکن یہ موجود ہے۔"ان کا لہجہ دوٹوک لیکن انتہائی مہذب تھا۔ "میری بیٹی ایک سادہ ماحول کی عادی ہے۔ اس نے اپنی زندگی اصولوں اور سادگی سے گزاری ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دولت اور سماجی حیثیت کی چکاچوند میں اس کی اپنی شناخت گم نہ ہو جائے۔ ایک باپ ہونے کے ناطے، میری سب سے بڑی ذمہ داری اس کی خوشی اور اس کا سکون ہے۔" صبیحہ بیگم خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ ان کے دل میں انور علی صاحب کی عزت مزید بڑھ گئی۔ یہ ایک خوددار اور اصول

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

پرست باپ کی آواز تھی۔ انور علی صاحب نے اپنی بات مکمل کی، "میں آپ کو کوئی حتمی جواب دینے سے قاصر ہوں۔ مجھے سوچنے کے لیے، اپنی بیٹی سے اس کی رضا مندی پوچھنے کے لیے اور سب سے بڑھ کر، اپنے رب سے رہنمائی طلب کرنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔ امید ہے آپ میری مجبوری کو سمجھیں گی۔" صبیحہ بیگم نے متانت سے سر ہلایا۔

"انور صاحب، آپ نے بالکل درست فرمایا۔ آپ جتنا وقت چاہیں، لے سکتے ہیں۔ آپ کا ہر فیصلہ ہمارے لیے قابلِ احترام ہو گا۔" اس کے بعد وہ اجازت لے کر رخصت ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد بھی گھر میں دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ ان کی گاڑی گلی سے مڑ گئی، لیکن اپنے پیچھے ہزاروں سوالات اور ایک ایسی تجویز چھوڑ گئی تھی جو اس پر سکون گھر کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدلنے کی طاقت رکھتی تھی۔ صبیحہ بیگم کے جانے کے بعد گھر پر طاری ہونے والا سکوت گہرا اور معنی خیز تھا۔ رضوانہ بیگم

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کے چہرے پر امید اور خوف کی ملی جلی کیفیت تھی، علیزے کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کی چمک تھی، جبکہ حیا گم صم سی اپنی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ خاموش اور پُرسکون چہرہ انور علی صاحب کا تھا، لیکن ان کی آنکھوں کی گہرائی بتا رہی تھی کہ ان کے اندر ایک باپ کا دل کس قدر منتھن سے گزر رہا ہے۔رات کے کھانے پر بھی ماحول سنجیدہ رہا۔ کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا، جیسے الفاظ نے اپنا وجود کھو دیا ہو۔ کھانے کے بعد انور علی صاحب نے حیا کو اپنے کمرے میں بلایا۔ حیا کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ جانتی تھی کہ اب فیصلے کی گھڑی قریب ہے۔کمرہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا، اور ہوا میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا۔ انور علی صاحب نے اپنی بیٹی کو اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھا، وہی نظریں جن میں حیا نے ہمیشہ اپنے لیے محبت، اعتماد اور فخر دیکھا تھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"حیا بیٹا،" انہوں نے انتہائی نرم اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بات شروع کی۔ "تم جانتی ہو کہ میرے لیے تمہاری خوشی اور عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ میں نے اور تمہاری ماں نے تمہیں بہترین تعلیم اور تربیت دینے کی کوشش کی ہے، لیکن سب سے بڑھ کر ہم نے تمہیں اپنے فیصلے خود کرنے کا اعتماد دیا ہے۔" وہ ایک لمحے کو رکے، پھر کہا، "آج جو سفارش کرنے آیا ہے، وہ ظاہر میں بہت شاندار ہے۔ دانیال حسین ایک قابل نوجوان ہے اور اس کا خاندان بہت بڑا ہے۔ لیکن بیٹا، زندگی کی حقیقتیں اکثر ظاہر سے مختلف ہوتی ہیں۔ دو خاندانوں کا ملن صرف دو انسانوں کا ملن نہیں ہوتا، بلکہ دو مختلف دنیاؤں، دو مختلف طرزِ زندگی اور دو مختلف سوچوں کا سنگم ہوتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ جس ماحول کی تم عادی ہو، وہاں جا کر خود کو اجنبی نہ محسوس کرو۔" انہوں نے حیا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا، "میں تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ تم بنا کسی جھجک کے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اپنے دل کی بات کہو۔ کیا تم اس رشتے کے لیے رضامند ہو؟ کیا تم ان چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جو اس راستے میں آسکتے ہیں؟" حیا کی پلکیں بھیگ گئیں۔ اپنے والد کے لہجے میں چھپی فکر اور محبت نے اسے جذباتی کر دیا تھا۔ اس نے دھیرے سے سر اٹھایا اور بولی، "ابا جان، آپ نے جو کچھ کہا، وہ سب سچ ہے۔ مجھے بھی ان فرقوں کا احساس ہے اور میرے دل میں بھی خوف ہے۔ لیکن... جب میری ان سے ملاقات ہوئی تھی تو مجھے ان کی شخصیت میں دولت کا غرور نہیں، بلکہ کردار کی بلندی نظر آئی تھی۔ ان کی سوچ مجھے بہت اچھی لگی۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی بات مکمل کی، "لیکن میری پسند یا ناپسند آپ کے فیصلے سے بڑی نہیں ہے۔ آپ میرے لیے جو بہتر سمجھیں گے، مجھے وہ قبول ہو گا۔ مجھے آپ کی حکمت اور آپ کے فیصلوں پر پورا بھروسہ ہے۔" بیٹی کا یہ جواب سن کر انور علی صاحب کی آنکھوں میں اطمینان کی ایک لہر دوڑ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

گئی۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا، "ٹھیک ہے بیٹا۔ جاؤ آرام کرو۔ اللہ جو کرے گا، بہتر ہی کرے گا۔"

اس رات انور علی صاحب نے دیر تک اللہ کے حضور دعا کی اور استخارہ کیا۔ انہوں نے اپنے چند قابلِ اعتماد دوستوں کے ذریعے حسین فاروقی کے خاندان اور خاص طور پر دانیال کے کردار کے بارے میں مزید معلومات بھی حاصل کیں۔ ہر طرف سے انہیں دانیال کی قابلیت، شرافت اور نیک نامی کی ہی خبر ملی۔ اگلی صبح ان کے چہرے پر ایک غیر معمولی سکون اور فیصلہ کن چمک تھی۔ انہوں نے ناشتے کے بعد رضوانہ بیگم کو اپنے پاس بلایا اور کہا، "رضوانہ، اللہ کا نام لے کر صبیحہ بیگم کو فون کرو اور انہیں ہماری طرف سے 'ہاں' کہہ دو۔ میں نے ہر پہلو سے سوچ لیا ہے۔ اگر لڑکے کا کردار اچھا ہے تو ہمیں صرف سماجی حیثیت کے فرق کی وجہ سے رشتہ ٹھکرا کرنا انصافی نہیں کرنی چاہیے۔ باقی نصیب اللہ کے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہاتھ میں ہیں۔ ہماری بیٹی اتنی سمجھدار ہے کہ وہ ہر ماحول میں خود کو ڈھال لے گی۔" رضوانہ بیگم کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے فون ملایا اور دوسری طرف موجود صبیحہ بیگم کو یہ خوشخبری سنائی۔ صبیحہ بیگم کی آواز میں بھی خوشی اور تشکر نمایاں تھا۔

"انور صاحب اور آپ کا بہت بہت شکریہ بہن! آپ نے ہمیں قبول کر کے ہم پر احسان کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ حیا ہماری بیٹی بن کر آئے گی، بہو نہیں۔" یہ خبر فاروقی مینشن میں ایک تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح پھیلی۔ دانیال کو جب اپنی والدہ سے یہ معلوم ہوا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اسے لگا جیسے اسے دنیا کی سب سے بڑی خوشی مل گئی ہو۔ اس نے فوراً اپنی ماں کا شکریہ ادا کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ حیا کو ہمیشہ خوش رکھے گا۔ حسین فاروقی نے جب یہ سنا تو ان کے تاثرات ملے جلے تھے۔ وہ اب بھی اس رشتے پر پوری طرح قائل نہیں تھے، لیکن

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بیٹے کی خوشی اور اپنی زبان کا پاس رکھتے ہوئے انہوں نے خاموشی سے رضامندی دے دی۔ ان کی خاموشی میں چھپی ناپسندیدگی کو صبیحہ بیگم نے محسوس تو کیا، لیکن انہوں نے اسے نظر انداز کر دیا، اس امید پر کہ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ انور علی صاحب کے گھر کا ماحول بھی بدل گیا تھا۔ ایک میٹھی سی، شرمیلی سی خوشی نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ علیزے خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی اور بار بار اپنی بہن کو چھیڑ رہی تھی۔ حیا خاموش تھی، لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ تھی اور اس کی آنکھوں میں مستقبل کے سہانے خواب جھلملا رہے تھے۔ دونوں خاندانوں نے فیصلہ کیا کہ جلد ہی ایک سادہ اور پروقار تقریب میں منگنی کی رسم ادا کر دی جائے تاکہ رشتے کو باقاعدہ نام دیا جا سکے۔ خوشی اور امید کے اس حسین امتزاج کے ساتھ، ایک نئے باب کا آغاز ہو چکا تھا، ایک ایسا باب جس کے ہر ورق پر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

محبت، اعتماد اور آزمائش کی داستان رقم ہونی تھی۔ منگنی کی تاریخ طے ہوتے ہی دونوں خاندانوں میں تیاریوں کا آغاز ہو گیا۔ حسین فاروقی چاہتے تھے کہ یہ تقریب شہر کے سب سے مہنگے ہوٹل میں ہو، جہاں وہ اپنے تمام کاروباری اور سماجی حلقوں کو مدعو کر کے اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کر سکیں۔ لیکن جب صبیحہ بیگم نے یہ بات انور علی صاحب تک پہنچائی تو انہوں نے بڑے ادب سے معذرت کر لی۔

"صبیحہ بہن،" انہوں نے فون پر کہا، "ہماری روایات اور اقدار اس قسم کی بے جا نمائش کی اجازت نہیں دیتیں۔ ہم اپنی بیٹی کا رشتہ جوڑ رہے ہیں، کوئی کاروباری معاہدہ نہیں کر رہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ تقریب سادگی اور وقار کے ساتھ ہو، جس میں صرف قریبی عزیز اور دوست شریک ہوں۔" صبیحہ بیگم ان کی بات سے متفق تھیں اور دانیال کی بھی یہی خواہش تھی۔ ان دونوں نے مل کر حسین فاروقی کو قائل کیا کہ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تقریب فاروقی مینشن کے وسیع و عریض لان میں منعقد کی جائے، جو کسی فائیو سٹار ہوٹل سے کم نہ تھا، لیکن اس میں صرف خاندان کے قریبی افراد ہی شریک ہوں گے۔یوں ایک درمیانی راہ نکالی گئی جس سے دونوں خاندانوں کی عزت رہ گئی۔ مقررہ دن پر فاروقی مینشن کو سفید اور گلابی پھولوں سے نہایت نفاست سے سجایا گیا تھا۔ شام کا وقت تھا اور ہلکی ہلکی روشنیوں نے ماحول کو ایک خوابناک کیفیت بخش دی تھی۔ مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی، جن میں فاروقی خاندان کے قریبی رشتہ دار اور چند دوست شامل تھے۔ ہر چہرہ خوشی اور تجسس کا آئینہ دار تھا، سبھی یہ جاننے کو بے تاب تھے کہ دانیال حسین جیسے کامیاب اور امیر نوجوان نے کس لڑکی کو اپنی زندگی کے لیے منتخب کیا ہے۔جب انور علی صاحب اپنی فیملی کے ساتھ پہنچے تو دانیال اور اس کے والدین نے خود آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ انور علی صاحب اور ان کا خاندان اپنی سادگی اور وقار میں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بھی سب سے منفرد نظر آ رہا تھا۔ حیا نے ہلکے پستئی رنگ کا خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس پر چاندی کے رنگ کی نازک کڑھائی تھی۔ اس نے کوئی بھاری بھرکم زیور نہیں پہنا تھا، بس کانوں میں چھوٹی چھوٹی بالیاں اور گلے میں ایک نازک سی چین۔ اس کا میک اپ بھی نہ ہونے کے برابر تھا، لیکن اس کے چہرے کی قدرتی چمک اور حیا کسی بھی بناوٹ سے زیادہ دلکش تھی۔دانیال اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے مبہوت رہ گیا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا، لیکن آج اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی، ایک ایسی چمک جو صرف حیا کے لیے تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ادب سے انور علی صاحب سے سلام کیا اور پھر ایک ستائشی نظر حیا پر ڈالی۔ حیا نے شرما کر فوراً اپنی پلکیں جھکا لیں۔تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد رسمِ منگنی ادا کی گئی۔ صبیحہ بیگم نے ایک

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

خوبصورت ڈبے سے ہیرے کی انگوٹھی نکالی اور اسے حیا کی انگلی میں پہنایا۔ ان کے چہرے پر اپنے بیٹے کے لیے ایک بہترین بہو منتخب کرنے کا سکون اور خوشی واضح تھی۔ اس کے بعد رضوانہ بیگم نے سونے کی ایک سادہ اور خوبصورت انگوٹھی دانیال کی انگلی میں پہنائی۔ ہال تالیوں اور مبارکباد کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ اس دوران حیا نے محسوس کیا کہ کچھ نظریں مسلسل اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نظر دانیال کی کزن سارہ کی تھی، جس کے چہرے پر مسکراہٹ تو تھی، لیکن آنکھوں میں حسد اور ناپسندیدگی صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ سارہ نے ایک مہنگا ڈیزائنر لباس پہنا ہوا تھا اور وہ بلاشبہ خوبصورت تھی، لیکن اس کے چہرے پر تکبر کا رنگ غالب تھا۔ وہ اپنی سہیلیوں کے کان میں حیا کی سادگی کا مذاق اڑا رہی تھی، "دیکھو تو سہی، منگنی پر بھی ایسا لباس پہنا ہے جیسے کسی عام سی دعوت میں آئی ہو۔ دانیال کو آخر اس میں کیا نظر آ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

گیا؟"دانیال نے بھی سارہ کی نظروں کو محسوس کیا، لیکن اس نے اسے نظر انداز کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ سارہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے، لیکن اس وقت اس کی دنیا صرف حیا کے گرد گھوم رہی تھی۔ رسم کے بعد، صبیحہ بیگم نے حیا اور دانیال کو لان کے ایک پرسکون کونے میں چند منٹ بات کرنے کی اجازت دی۔وہ دونوں سفید سنگِ مرمر کی بینچ پر ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ ایک خوشگوار خاموشی نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ آخر کار دانیال نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ سب سچ ہے۔ میں آپ کا کیسے شکریہ ادا کروں کہ آپ نے مجھے قبول کیا۔"حیا نے دھیرے سے کہا، "یہ سب بڑوں کے فیصلے ہیں اور اللہ کی مرضی۔"

"شاید،" دانیال نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "لیکن اس مرضی کی پہلی دستک اس دن ہوئی تھی جب آپ نے یونیورسٹی میں وہ سوال کیا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تھا۔ اس دن مجھے لگا تھا جیسے مجھے وہ مل گیا ہے جس کی مجھے ہمیشہ سے تلاش تھی۔ ایک ایسی ساتھی جو صرف میرے نام اور دولت سے نہیں، بلکہ میری روح سے جڑے۔" اس کے لہجے کی سچائی نے حیا کے دل کو چھو لیا۔ اس کی جھجک کم ہونے لگی۔ اس نے نظر اٹھا کر پہلی بار ٹھیک سے دانیال کی آنکھوں میں دیکھا اور کہا، "عزت اور اعتماد ہی کسی بھی رشتے کی بنیاد ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم اس بنیاد کو ہمیشہ مضبوط رکھیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں،" دانیال نے پُر عزم لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔" یہ مختصر سی ملاقات ان کے درمیان ایک خوبصورت تعلق کی بنیاد رکھ گئی۔ جب وہ واپس آئے تو ان کے چہروں پر ایک نیا اعتماد اور سکون تھا۔ تقریب اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی کہ دانیال کا بہترین دوست شہیر وہاں پہنچا۔ اس نے پرتپاک

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

طریقے سے دانیال کو مبارکباد دی اور حیا سے بھی ملا۔ بظاہر وہ بہت خوش لگ رہا تھا، لیکن اس کی آنکھوں کی گہرائی میں ایک عجیب سی چمک تھی جسے دانیال پڑھنے سے قاصر رہا۔تقریب ختم ہو گئی۔ انور علی صاحب کا خاندان جب رخصت ہوا تو صبیحہ بیگم نے حیا کو گلے لگایا اور اس کے ماتھے پر پیار کیا۔ دانیال کی نظریں دور تک ان کی گاڑی کو دیکھتی رہیں۔

اس رات دونوں ہی سو نہ سکے۔ ان کی انگلیوں میں موجود انگوٹھیاں انہیں ایک نئے اور مقدس رشتے کا احساس دلا رہی تھیں۔ حیا اپنے بستر پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی، اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، لیکن دل کے کسی کونے میں سارہ کی حسد بھری نگاہیں اور حسین فاروقی کی ضرورت سے زیادہ خاموشی ایک انجانا سا خوف پیدا کر رہی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ پھولوں کی یہ سیج اتنی آسان نہیں ہو گی، اس راستے میں کانٹے بھی ہوں گے۔ منگنی کی تقریب کے اگلے دن فاروقی مینشن کی فضا بظاہر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

پرسکون تھی، لیکن اندر ہی اندر جذبات کا ایک طوفان پنپ رہا تھا۔ ناشتے کی میز پر حسین فاروقی حسبِ معمول خاموش اور سنجیدہ تھے، جبکہ دانیال کے چہرے سے خوشی چھلک رہی تھی۔ صبیحہ بیگم اپنے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں، لیکن ان کی نظریں بار بار اپنی بھتیجی سارہ پر بھی اٹھ جاتیں، جو رات سے ہی بجھی بجھی سی تھی۔

"سارہ بیٹا، تم نے کچھ کھایا نہیں؟" صبیحہ بیگم نے شفقت سے پوچھا۔ سارہ نے چمچ سے پلیٹ میں رکھے آملیٹ کو کریدتے ہوئے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "نہیں پھپھو، بس کچھ طبیعت ٹھیک نہیں۔" پھر اس نے ایک معنی خیز نظر دانیال پر ڈالی اور بولی، "ویسے مبارک ہو بھائی۔ آخر آپ نے اپنی پسند ڈھونڈ ہی لی۔ بس دعا ہے کہ یہ انتخاب ہمارے خاندان کے وقار کے مطابق ہو۔" اس کے لہجے میں چھپا طنز دانیال سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا، "وقار انسان کے کردار

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سے ہوتا ہے سارہ، سماجی حیثیت سے نہیں۔ اور حیا کے کردار کی بلندی کی میں ضمانت دے سکتا ہوں۔"بات بڑھتی، اس سے پہلے ہی صبیحہ بیگم نے مداخلت کی، "چلو چلو، صبح صبح ایسی باتیں نہیں۔" لیکن سارہ کے زہر ملے تیر نے اپنا کام کر دیا تھا۔ حسین فاروقی کے ماتھے پر ایک بار پھر شکنیں نمودار ہو گئیں، جو اس بات کی علامت تھیں کہ سارہ نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔سارہ کو احساس ہو گیا تھا کہ دانیال پر اس کی باتوں کا اثر نہیں ہو گا، اس لیے اس نے اپنا محاذ بدلنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا اگلا ہدف خود حیا تھی۔ کچھ دن بعد، صبیحہ بیگم نے حیا کو فون کیا اور کہا کہ وہ اسے اور رضوانہ بیگم کو شادی کی خریداری کے لیے لے جانا چاہتی ہیں۔ حیا نے جھجکتے ہوئے حامی بھر لی۔ صبیحہ بیگم نے سارہ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا، اس خیال سے کہ شاید ایک ساتھ وقت گزارنے سے ان دونوں کے درمیان تعلقات بہتر ہو جائیں۔وہ شہر کے سب سے مہنگے اور مشہور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ڈیزائنر مال میں ملے۔ رضوانہ بیگم اور حیا اس چکاچوند ماحول میں خود کو کچھ اجنبی سا محسوس کر رہی تھیں۔ سارہ نے آتے ہی ماحول کا کنٹرول سنبھال لیا۔ وہ انہیں ایک کے بعد ایک مہنگے ترین برانڈز کے آؤٹ لیٹس پر لے جانے لگی۔

"حیا! یہ دیکھو، یہ ڈریس کتنا خوبصورت ہے۔ آج کل یہی فیشن میں ہے۔" سارہ نے ایک شوخ رنگ کا، انتہائی مہنگا لباس اٹھاتے ہوئے کہا جس کی قیمت کسی متوسط طبقے کے خاندان کی مہینوں کی آمدنی کے برابر تھی۔ حیا نے دھیرے سے پرائس ٹیگ دیکھا اور شائستگی سے کہا، "یہ بہت خوبصورت ہے سارہ، لیکن میرے خیال میں یہ مجھ پر اچھا نہیں لگے گا۔ مجھے سادہ اور ہلکے رنگ پسند ہیں۔" سارہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "اوہ حیا! اب تمہیں اپنی پسند بدلنی ہوگی۔ تم اب فاروقی خاندان کی بہو بننے والی ہو۔ تمہیں ہمارے اسٹیٹس کے مطابق خود کو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ڈھالنا ہو گا۔ دانیال بھائی کو بھی اچھا نہیں لگے گا اگر تم وہی پرانے، سادہ سے کپڑے پہنتی رہو۔" اس کی بات رضوانہ بیگم کو بہت ناگوار گزری، لیکن انہوں نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ صبیحہ بیگم نے سارہ کو ٹوکا، "سارہ! ایسی کوئی بات نہیں۔ حیا جو چاہے گی، وہی پہنے گی۔ خوبصورتی سادگی میں ہی ہوتی ہے۔" لیکن سارہ باز آنے والی نہیں تھی۔ وہ جان بوجھ کر ایسی چیزیں منتخب کرتی جو حیا کے ذوق اور بجٹ، دونوں سے باہر تھیں۔ اس کا مقصد حیا کو یہ احساس دلانا تھا کہ وہ ان کے معیار کی نہیں ہے، وہ ایک کمتر دنیا سے آئی ہے۔ حیا نے بڑی ہمت اور صبر سے اس صورتحال کا سامنا کیا۔ اس نے کسی قسم کے احساسِ کمتری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس نے بڑے سکون سے کہا، "سارہ، میرے خیال میں انسان کی شخصیت کپڑوں سے نہیں بنتی۔ اور جہاں تک دانیال کی پسند کا تعلق ہے، تو انہوں نے مجھے اسی سادگی میں ہی پسند کیا ہے۔ اگر انہیں میری

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اصلیت سے کوئی مسئلہ ہوتا تو یہ رشتہ یہاں تک نہ پہنچتا۔"حیا کے اس پُراعتماد جواب نے سارہ کو لاجواب کر دیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ شاپنگ کا سارا مزہ خراب ہو چکا تھا۔ صبیحہ بیگم نے ماحول کو مزید بگڑنے سے بچانے کے لیے واپسی کا فیصلہ کیا۔ واپسی پر گاڑی میں بھی سارہ مسلسل طعنے دیتی رہی۔ اس نے اپنی پھپھو سے کہا، "پھپھو، آپ دیکھ رہی ہیں؟ ابھی سے زبان چلنے لگی ہے۔ یہ لوگ ہمارے خاندان میں ایڈجسٹ نہیں ہو پائیں گے۔"اس دن حیا گھر واپس آئی تو بہت خاموش اور اداس تھی۔ رضوانہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، "پریشان مت ہو بیٹی۔ ہر نئی راہ میں کانٹے ہوتے ہیں۔ تمہیں صبر اور ہمت سے کام لینا ہو گا۔"حیا نے اپنی ماں کے گلے لگ کر آنسوؤں کو ضبط کیا، لیکن اس کا دل جان گیا تھا کہ فاروقی مینشن کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہو گی۔ سارہ کی شکل میں حسد کی جو پہلی آگ بھڑکی تھی، وہ اتنی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

آسانی سے سمجھنے والی نہیں تھی۔دوسری طرف، سارہ اپنی ناکامی پر تلملا رہی تھی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ حیا کو باتوں سے ہرانا آسان نہیں۔ اس کی سادگی اس کی کمزوری نہیں، بلکہ اس کی طاقت تھی۔ اسے توڑنے کے لیے، اس کے اور دانیال کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے ایک گہری اور زیادہ منظم سازش کی ضرورت تھی۔ اور اس سازش کے لیے اسے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت تھی جو دانیال کے قریب بھی ہو اور اس کی طرح ہی چالاک بھی ہو۔

اس کے ذہن میں فوراً ایک نام ابھرا... شہیر۔

شہیر، دانیال حسین کا بچپن کا دوست اور بزنس مینجمنٹ میں اس کا ہم جماعت تھا۔ وہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا، لیکن اس کی کامیابیاں اور خاندانی پس منظر، دانیال کے مقابلے میں ہمیشہ ایک درجہ کم رہا۔ بظاہر وہ دانیال کا سب سے قریبی اور مخلص دوست تھا، ہر خوشی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اور غم میں اس کے شانہ بشانہ کھڑا نظر آتا تھا، لیکن اس کے دل کی گہرائیوں میں حسد کی ایک آگ سلگتی رہتی تھی۔ اسے ہمیشہ یہ احساس ستاتا تھا کہ دانیال کو ہر چیز بغیر کسی محنت کے مل گئی — ایک بڑا کاروباری ورثہ، بے پناہ دولت اور اب... ایک ایسی لڑکی جس کی سادگی اور خوبصورتی کی سب تعریف کر رہے تھے۔ منگنی کے چند دن بعد، وہ دانیال سے شہر کے ایک اعلیٰ پائے کے کیفے میں ملا۔ دانیال کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور وہ مسلسل حیا کی تعریفیں کر رہا تھا۔

"شہیر، تم یقین نہیں کرو گے، وہ کتنی مختلف اور سلجھی ہوئی ہے۔ اس سے بات کر کے روح کو سکون ملتا ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے میری زندگی مکمل ہو گئی ہے۔" شہیر نے اپنے چہرے پر ایک پرتپاک مسکراہٹ سجائے رکھی، لیکن اندر ہی اندر اس کا دل جل رہا تھا۔ اس نے زبردستی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا، "یار، میں تمہارے لیے بہت خوش

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہوں۔ بس دعا ہے کہ وہ تمہارے اور تمہارے خاندان کے معیار پر پوری اترے۔ تم لوگ آسمان پر رہتے ہو اور سنا ہے وہ لوگ بہت ہی عام سے ہیں۔" اس کے لہجے کی کھٹک کو دانیال نے دوستی کا خلوص سمجھا۔

"نہیں یار، ایسی بات نہیں۔ وہ لوگ بہت خوددار اور با اصول ہیں۔ ان کی سادگی ہی ان کی سب سے بڑی دولت ہے۔" دانیال تو اپنی دنیا میں مگن تھا، لیکن شہیر کے ذہن میں ایک زہریلا منصوبہ جڑ پکڑ رہا تھا۔ اسے بس ایک موقع اور ایک ساتھی کی تلاش تھی۔ اور وہ موقع اسے جلد ہی مل گیا۔ اس شام، وہ شہر کے ایک پوش کلب میں اپنے کچھ کاروباری جاننے والوں سے ملنے گیا تو اس کی نظر کونے کی ایک میز پر بیٹھی سارہ پر پڑی۔ سارہ کا چہرہ غصے اور پریشانی سے تمتما رہا تھا۔ شہیر اس کی کیفیت کو سمجھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ سارہ ہمیشہ سے دانیال سے شادی کرنا چاہتی تھی اور یہ منگنی اس کے لیے کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔ شہیر مسکراتا ہوا اس

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کی میز کی طرف بڑھا۔ "ہیلو سارہ، اکیلی بیٹھی ہو؟" سارہ نے چونک کر اسے دیکھا اور پھیکے لہجے میں کہا، "ہاں، بس کچھ سوچ رہی تھی۔"

"میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ تم کیا سوچ رہی ہو،" شہیر نے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "دانیال کی منگنی... ہے نا؟"

سارہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے تلخی سے کہا، "مجھے سمجھ نہیں آتا شہیر، اس عام سی لڑکی میں دانیال بھائی کو کیا نظر آگیا؟ نہ حلیہ، نہ اسٹیٹس۔ وہ ہمارے خاندان کا نام خراب کر دے گی۔ میں تو بھائی کے لیے بہت فکر مند ہوں۔" اس نے "فکر مندی" کے لفظ پر خاص زور دیا۔ شہیر سمجھ گیا کہ مچھلی کانٹے میں پھنس چکی ہے۔ اس نے بھی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا، "تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو سارہ۔ میں بھی دانیال کو لے کر بہت پریشان ہوں۔ وہ محبت میں اندھا ہو گیا ہے۔ اسے صحیح اور غلط کی تمیز نہیں رہی۔ وہ لڑکی جتنی سادہ نظر آتی ہے، اتنی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہے نہیں۔ ایسی لڑکیاں بڑے گھرانوں کے لڑکوں کو پھانسنے میں ماہر ہوتی ہیں۔" یہ سن کر سارہ کی آنکھوں میں ایک امید کی چمک ابھری۔ اسے پہلی بار کوئی ایسا شخص ملا تھا جو اس کے خیالات سے متفق تھا۔ "تمہیں بھی ایسا ہی لگتا ہے؟"

"لگتا نہیں، مجھے یقین ہے۔" شہیر نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دانیال ہماری بات نہیں سنے گا۔ وہ اس وقت کچھ بھی سمجھنے کی حالت میں نہیں ہے۔ اسے حقیقت دکھانے کے لیے ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔"

"کیا کرنا ہو گا؟" سارہ نے بے چینی سے پوچھا۔ شہیر تھوڑا آگے جھکا اور اپنی آواز دھیمی کرتے ہوئے بولا، "ہمیں دانیال کے دل میں اس لڑکی کے لیے شک کا بیج بونا ہو گا۔ ہمیں اسے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ یہ لڑکی ویسی معصوم اور پاکیزہ نہیں ہے جیسی وہ بنتی ہے۔ اگر دانیال کو اس کے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کردار پر ذرا سا بھی شک ہو گیا تو وہ خود ہی اس رشتے کو توڑ دے گا۔" سارہ کا چہرہ ایک شیطانی مسکراہٹ سے کھل اٹھا۔ "لیکن ہم یہ کریں گے کیسے؟" وہ تم مجھ پر چھوڑ دو،" شہیر نے چالاکی سے کہا۔ "تم خاندان کے اندر کی خبریں مجھ تک پہنچاؤ گی اور میں باہر سے اپنا کام کروں گا۔ وہ یونیورسٹی جاتی ہے، اس کے دوست ہوں گے۔ بس ہمیں اس کے ماضی یا حال میں سے کوئی ایسا سراغ ڈھونڈنا ہے جسے ہم دانیال کے سامنے پیش کر سکیں۔ اور اگر کوئی سراغ نہ بھی ملا... تو ہم خود بنا لیں گے۔"

اس کے آخری جملے نے سارہ کو بھی چونکا دیا، لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ "میں تمہارے ساتھ ہوں۔" شہیر نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے مضبوطی سے تھاما۔ "تو پھر معاہدہ پکا رہا۔" ان دونوں کی آنکھوں میں ایک جیسی شیطانی چمک تھی۔ دو شاطر ذہن مل چکے تھے،

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک دوسرے کے حسد اور نفرت کو ہوا دے رہے تھے۔انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کی یہ سازش کتنے لوگوں کی زندگیوں میں طوفان برپا کر دے گی۔ایک معصوم محبت کے خلاف ایک ناپاک سازش کا آغاز ہو چکا تھا۔

منگنی کے بعد کے دن حیا اور دانیال کے لیے ایک خواب کی مانند تھے۔ ان کے درمیان فون پر مختصر اور مہذب گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی پسند، ناپسند اور مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں جانتے تو ان کا تعلق مزید گہرا اور مضبوط ہوتا جاتا۔ دانیال اکثر اپنے دفتر کے کام سے تھوڑا وقت نکال کر حیا کو فون کرتا اور اس کی آواز سن کر ہی اس کی دن بھر کی تھکن دور ہو جاتی۔ حیا کی زندگی میں بھی یہ ایک خوبصورت تبدیلی تھی۔ اس کی سہیلی زویا اسے اکثر چھیڑتی کہ محبت نے اسے مزید نکھار دیا ہے۔دانیال اپنی اس خوشی میں اپنے سب سے قریبی دوست شہیر کو بھی شریک کرتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ شہیر اس کی خوشی میں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

واقعی خوش ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے دوست کی مسکراہٹ کے پیچھے حسد اور سازش کا ایک زہریلا ناگ پھن پھیلائے بیٹھا ہے۔ شہیر اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے صحیح موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کوئی بھی جلد بازی اس کا کھیل بگاڑ سکتی ہے۔ اسے دانیال کے دل میں شک کا بیج اس طرح بونا تھا کہ دانیال کو لگے کہ یہ خیال خود اس کے ذہن میں آیا ہے، یا پھر یہ اس کے کسی مخلص دوست کی طرف سے دی گئی ایک فکر مندانہ وارننگ ہے۔ آخر کار اسے وہ موقع مل ہی گیا۔ ایک شام، دانیال اور شہیر اپنے معمول کے مطابق اسپورٹس کلب میں اسکواش کھیلنے کے بعد لاؤنج میں بیٹھے جوس پی رہے تھے۔ دانیال کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔

"تمہیں پتا ہے شہیر،" اس نے مسکراتے ہوئے کہا، "حیا سے بات کر کے مجھے احساس ہوتا ہے کہ زندگی کتنی خوبصورت اور پُرسکون بھی ہو سکتی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہے۔ مجھے اب یہ پارٹیاں، یہ دکھاوا، سب کچھ بے معنی سا لگتا ہے شہیر نے ایک گہرا سانس لیا اور چہرے پر مصنوعی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولا، "یہ تو بہت اچھی بات ہے یار۔ اور بھابھی ہیں بھی بہت اچھی۔ بس کبھی کبھی مجھے تمہاری فکر ہوتی ہے۔"

"میری فکر؟ کیسی فکر؟" دانیال نے حیرت سے پوچھا۔ شہیر ایک لمحے کو خاموش رہا، جیسے کچھ کہنے میں جھجک رہا ہو۔ پھر اس نے کہا، "یار، دیکھو، تم میرے بھائی جیسے ہو۔ میں تمہارا برا نہیں سوچ سکتا۔ بس میں یہ کہہ رہا تھا کہ بھابھی یونیورسٹی جاتی ہیں، وہاں کا ماحول تو تم جانتے ہی ہو، کافی کھلا اور آزاد ہوتا ہے۔ لڑکے لڑکیوں کی دوستی عام سی بات ہے۔" دانیال کے ماتھے پر ہلکے سے بل پڑے۔ "ہاں، تو اس میں کیا ہے؟ حیا ایک سمجھدار لڑکی ہے۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے۔" "نہیں نہیں، مجھے بھی ان پر پورا بھروسہ ہے،" شہیر نے فوراً اپنی بات سنبھالی۔ "میں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تو بس... دراصل پرسوں میں یونیورسٹی کے پاس والے کیفے میں ایک میٹنگ کے لیے گیا تھا۔ وہاں میں نے انہیں کسی لڑکے کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔" دانیال خاموش رہا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک سوالیہ نشان ابھر آیا تھا۔ شہیر نے اپنی بات جاری رکھی، "اب ہو سکتا ہے وہ ان کا کوئی کلاس فیلو ہو، کوئی نوٹس وغیرہ لینے آئی ہوں۔ لیکن... وہ دونوں جس طرح ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے، وہ مجھے کچھ... کچھ زیادہ ہی بے تکلفی لگی۔" اس نے "بے تکلفی" کے لفظ پر خاص زور دیا۔ یہ سن کر دانیال کے دل میں جیسے کسی نے ایک کانٹا چبھو دیا ہو۔ اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا، "ہو سکتا ہے تم نے غلط سمجھا ہو شہیر۔ وہ ایسی نہیں ہے۔"

"ہاں ہاں، بالکل! میں نے یقیناً غلط سمجھا ہو گا،" شہیر نے فوراً معذرت خواہانہ انداز اپنایا۔ "شاید میں کچھ زیادہ ہی سوچ گیا۔ تم پلیز میری بات کو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دل پر مت لینا۔ میں نے تو بس ایک دوست ہونے کے ناطے جو دیکھا، وہ بتا دیا۔ میں نہیں چاہتا کہ کل کو کوئی اور الٹی سیدھی بات بنا کر تم تک پہنچائے اور تمہیں دکھ ہو۔ تم اس بات کو یہیں بھول جاؤ۔" یہ کہہ کر اس نے موضوع بدل دیا اور بزنس کی باتیں کرنے لگا۔ لیکن اس کا تیر نشانے پر لگ چکا تھا۔ دانیال اس کے بعد گفتگو میں ٹھیک سے حصہ نہ لے سکا۔ اس کا ذہن بار بار شہیر کے الفاظ کی طرف بھٹک رہا تھا۔ "زیادہ ہی بے تکلفی..." یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ گھر واپسی پر وہ پوری طرح خاموش تھا۔ اس نے گاڑی کا میوزک بھی بند کر دیا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ حیا ایسی نہیں ہو سکتی، وہ بے وفا نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے دماغ کے کسی کونے میں شک کا ایک چھوٹا سا کیڑا رینگنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ سوچنے لگا، "کیا حیا نے مجھ سے کبھی اپنے کسی دوست کا ذکر کیا؟ نہیں... اس نے تو کبھی نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ کیا وہ مجھ سے کچھ چھپا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

رہی ہے؟" اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اسے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ ایسی باتیں کیوں سوچ رہا ہے۔ اسے حیا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ لیکن شہیر اس کا بچپن کا دوست تھا، وہ اس سے جھوٹ کیوں بولے گا؟ اور اگر اس نے جھوٹ نہیں بولا تو پھر سچ کیا ہے؟ اس رات جب حیا کا فون آیا تو دانیال نے اس سے ٹھیک سے بات نہیں کی۔ اس کے لہجے میں وہ پہلی جیسی گرمجوشی نہیں تھی۔ حیا نے اس کی آواز کی سرد مہری کو محسوس کیا اور پوچھا، "سب ٹھیک تو ہے دانیال؟ آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"نہیں، کچھ نہیں۔ بس کام کی وجہ سے تھکا ہوا ہوں۔" اس نے مختصر جواب دیا اور جلد ہی فون بند کر دیا۔ فون بند کرنے کے بعد حیا دیر تک سوچتی رہی کہ اچانک ایسا کیا ہو گیا ہے۔ دوسری طرف دانیال اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے دل میں محبت اور شک کے درمیان ایک کشمکش شروع ہو چکی تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

شہیر اور سارہ کی سازش کا پہلا اور سب سے زہریلا بیج بویا جا چکا تھا، اور اس کی جڑیں آہستہ آہستہ دانیال کے بھروسے کی زمین میں پھیلنا شروع ہو گئی تھیں۔ شک ایک ایسا زہر ہے جو اگر دل میں داخل ہو جائے تو سب سے مضبوط رشتے کی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کر دیتا ہے۔ شہیر کے الفاظ نے دانیال کے دل میں شک کا جو بیج بویا تھا، وہ اب آہستہ آہستہ ایک پودے کی شکل اختیار کر رہا تھا۔ اس کی محبت اور اعتماد پر شک کے بادل منڈلانے لگے تھے۔ وہ حیا سے محبت اب بھی کرتا تھا، لیکن اب اس محبت میں ایک بے یقینی اور تلخی شامل ہو گئی تھی۔ اگلے چند دن حیا کے لیے بہت مشکل گزرے۔ دانیال کا رویہ بالکل بدل گیا تھا۔ وہ اب اسے دن میں فون نہیں کرتا تھا، اور اگر حیا خود فون کرتی تو اس کا جواب مختصر اور سرد ہوتا۔ وہ اکثر کام کی مصروفیت کا بہانہ بنا کر بات ختم کر دیتا۔ ان کی گفتگو سے وہ گرمجوشی، وہ اپنائیت اور وہ میٹھاس غائب ہو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

چکی تھی جو ان کے رشتے کی پہچان بن گئی تھی۔ حیا اس اچانک تبدیلی سے سخت پریشان اور الجھن کا شکار تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس سے ایسی کیا خطا سرزد ہو گئی ہے جس کی اسے اتنی بڑی سزا مل رہی ہے۔ اس نے کئی بار خود سے سوال کیا، اپنی باتوں اور رویوں کا جائزہ لیا، لیکن اسے کوئی ایسی وجہ نظر نہیں آئی جس سے دانیال ناراض ہو سکتا تھا۔

ایک شام، اس نے ہمت کر کے دانیال سے براہِ راست پوچھنے کا فیصلہ کیا۔ جب اس نے فون کیا تو دانیال نے کچھ دیر بعد فون اٹھایا۔

"ہیلو،" اس کی آواز میں وہی بیگانگی تھی۔

"السلام علیکم، دانیال۔" حیا نے ہمت جمع کرتے ہوئے کہا۔ "کیا میں آپ سے کچھ بات کر سکتی ہوں؟"

"میں ابھی ایک میٹنگ میں ہوں حیا،" اس نے روکھے پن سے کہا، حالانکہ وہ اس وقت اپنے فارم ہاؤس پر اکیلا بیٹھا تھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"بس دو منٹ،" حیا کے لہجے میں التجا تھی۔ "میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ آپ ٹھیک سے بات نہیں کر رہے۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو براہِ کرم مجھے بتا دیں تاکہ میں اسے سدھار سکوں۔ آپ کی یہ خاموشی مجھے بہت تکلیف دے رہی ہے۔" اس کے لہجے کی سچائی اور بے بسی نے ایک لمحے کے لیے دانیال کے دل پر اثر کیا۔ اسے لگا کہ وہ ایک معصوم انسان کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے۔ لیکن پھر شہیر کے الفاظ اس کے ذہن میں گونجے: "وہ دونوں جس طرح ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے"...اس کے لہجے میں دوبارہ سختی آگئی۔ "دیکھو حیا، ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے کہا نا کہ میں کام میں مصروف ہوں۔ اور ضروری نہیں کہ ہم ہر وقت بچوں کی طرح فون پر باتیں کرتے رہیں۔ ہمیں تھوڑا سمجھدار ہونا چاہیے۔" یہ کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا۔ " سمجھدار ہونا چاہیے..." یہ الفاظ حیا کے دل میں تیر کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

طرح لگے۔ کیا اس کا اپنی منگیتر سے اس کی ناراضی کی وجہ پوچھنا بچپنا تھا؟ کیا محبت اور فکر کا اظہار کرنا غیر سنجیدگی تھی؟ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دانیال نے فون تو کاٹ دیا، لیکن اس کا اپنا دل بھی بے چین تھا۔ وہ خود اس کشمکش سے نکلنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے شہیر کی باتوں کو نظر انداز کر کے حیا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ لیکن شک کا کیڑا اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ اسی دوران سارہ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ جب بھی دانیال سے ملتی، باتوں باتوں میں یونیورسٹی کے آزاد ماحول اور وہاں کی لڑکیوں کے "کارناموں" کے قصے سناتی۔ وہ کسی کا نام نہیں لیتی تھی، لیکن اس کا اشارہ واضح طور پر حیا کی طرف ہوتا۔

"بھائی، آپ کو پتا ہے میری ایک دوست کی منگنی ہوئی تھی ایک بہت اچھے لڑکے سے۔ لیکن بعد میں پتا چلا کہ لڑکی کا تو یونیورسٹی میں کسی اور کے ساتھ افیئر چل رہا تھا۔ بیچارے لڑکے کا دل ہی ٹوٹ گیا۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

یا پھر وہ کہتی، "آج کل کی لڑکیاں اتنی ہوشیار ہو گئی ہیں کہ ایک ہی وقت میں دو، دو جگہ تعلقات رکھتی ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔" یہ باتیں دانیال کے زخموں پر نمک کا کام کرتیں۔ وہ ان باتوں کو جھٹلانا چاہتا تھا، لیکن یہ باتیں اس کے شک کو مزید گہرا کر دیتیں۔ ایک دن دانیال اپنی والدہ کے پاس بیٹھا تھا۔ صبیحہ بیگم نے اس کے چہرے کی پریشانی اور بجھے ہوئے انداز کو نوٹ کر لیا تھا۔ انہوں نے پوچھا، "دانیال بیٹا، کیا بات ہے؟ تم اور حیا... سب ٹھیک ہے نا؟" دانیال نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "پتا نہیں امی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں نے فیصلہ کرنے میں جلد بازی کی۔ شاید بابا ٹھیک کہتے تھے، اسٹیٹس کا فرق بہت معنی رکھتا ہے۔" صبیحہ بیگم یہ سن کر چونک گئیں۔ "ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ حیا تو بہت اچھی بچی ہے۔" "اچھی تو ہے،" دانیال نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا، "لیکن شاید وہ اتنی سادہ بھی نہیں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

جتنا ہم سب سمجھتے ہیں۔"اس نے اپنی ماں کو پوری بات بتانا مناسب نہیں سمجھا، لیکن اس کے ان چند جملوں نے صبیحہ بیگم کو گہری تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ انہیں لگا جیسے ان کے بیٹے کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔دانیال کا بدلا ہوا رویہ صرف فون تک محدود نہیں رہا تھا۔ اس نے حیا سے ملنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ پہلے وہ ہفتے میں ایک بار ضرور کوئی بہانہ بنا کر اس کی یونیورسٹی کے قریب سے گزرتا تھا یا اس کے گھر کے آس پاس چکر لگا لیتا تھا، صرف اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے۔ لیکن اب سب کچھ بدل چکا تھا۔ محبت کی جس کہانی کا آغاز اتنی خوبصورتی سے ہوا تھا، اس پر اب غلط فہمیوں اور شک کے سیاہ بادل چھا رہے تھے، اور ایک خوبصورت رشتہ، ٹوٹنے کے دہانے پر پہنچ رہا تھا۔دن ہفتوں میں بدلنے لگے اور دونوں کے درمیان خاموشی کی خلیج وسیع ہوتی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی اب نہیں بجتی تھی اور میسجز کی ٹون بھی خاموش تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دانیال کے سرد رویے نے حیا کو اس قدر دلبرداشتہ کیا تھا کہ اس نے اپنی طرف سے رابطہ کرنے کی کوشش ترک کر دی تھی۔ اس کی عزتِ نفس اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ بار بار کسی ایسے شخص سے وضاحت طلب کرے جو بات کرنے پر بھی آمادہ نہ ہو۔ لیکن دل کا معاملہ عزتِ نفس کے اصولوں سے ماورا ہوتا ہے۔ اس کا دل ہر لمحہ بے چین رہتا۔ یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران اس کا دھیان بھٹک جاتا، کتاب پڑھتے ہوئے الفاظ دھندلا جاتے اور راتوں کو نیند آنکھوں سے کوسوں دور رہتی۔ اس کے چہرے کی شادابی مرجھانے لگی تھی اور اس کی مسکراہٹ، جو کبھی اس کے حسن کو چار چاند لگاتی تھی، اب کہیں کھو گئی تھی۔ اس کی یہ حالت اس کے گھر والوں، خاص طور پر اس کی چھوٹی بہن علیزے سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ علیزے، جو ہمیشہ اپنی بہن کو ہنستا مسکراتا دیکھنے کی عادی تھی، اس کی خاموشی اور اداسی سے بہت پریشان تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک رات، جب حیا اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس خلاؤں میں گھور رہی تھی، علیزے اس کے پاس آئی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آپی... کب تک یوں خود کو اذیت دیتی رہیں گی؟" حیا نے چونک کر آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اس کا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ "مجھے سمجھ نہیں آرہا علیزے، مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ اچانک سب کچھ کیسے بدل گیا؟ وہ... وہ مجھ پر بھروسہ ہی نہیں کرتے۔"

علیزے نے اسے گلے لگا لیا اور اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔ "آپی، روئیں مت۔ ہو سکتا ہے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔ یا شاید وہ واقعی کام میں بہت مصروف ہوں۔ مرد اکثر پریشانی میں خود کو سب سے الگ کر لیتے ہیں۔ آپ ہمت نہ ہاریں۔" "کیسی ہمت؟" حیا نے تلخی سے کہا۔ "جس رشتے کی بنیاد ہی اعتماد پر نہ ہو، وہ کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ میں نے ان سے وجہ جاننے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے مجھ سے بات کرنا بھی گوارا نہیں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کیا۔"علیزے نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا، "تو پھر کچھ دن انتظار کریں۔ انہیں وقت دیں۔ سچائی زیادہ دیر چھپ نہیں سکتی۔ اگر ان کی محبت سچی ہے تو وہ خود آپ کے پاس آئیں گے۔ اور اگر نہیں... تو پھر ایسے رشتے کے ٹوٹ جانے پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔"علیزے کی باتیں سمجھداری کی تھیں، لیکن حیا کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے تو اس رشتے میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔دوسری طرف، دانیال کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ وہ حیا سے دور رہ کر خود بھی سزا بھگت رہا تھا۔ اس کا دل بار بار اسے کہتا کہ وہ غلط کر رہا ہے، کہ اسے حیا سے بات کرنی چاہیے اور اس معاملے کو صاف کرنا چاہیے۔ لیکن اس کا ذہن، جو شک کے زہر سے آلودہ ہو چکا تھا، اسے روک لیتا۔ایک دن اس کے شک کو مزید تقویت ملی جب اس نے اپنی دوست زویا کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر حیا کی ایک تصویر دیکھی۔ یہ یونیورسٹی کے ایک سیمینار کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

گروپ فوٹو تھی، جس میں حیا اپنی سہیلیوں اور چند کلاس فیلوز (جن میں لڑکے بھی شامل تھے) کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ یہ ایک بالکل معصومانہ اور عام سی تصویر تھی، لیکن دانیال کی شک میں ڈوبی نظروں نے اسے ایک الگ ہی زاویے سے دیکھا۔ اس نے تصویر میں حیا کے قریب کھڑے ایک لڑکے کو خاص طور پر نوٹ کیا، وہی لڑکا جسے شہیر نے کیفے میں دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ دانیال کا دل غصے اور جلن سے بھر گیا۔ اس نے سوچا، "تو یہ ہے وہ... جس کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی تھیں۔ اور یہاں یہ کتنی خوش نظر آ رہی ہے۔ اسے میری خاموشی، میری دوری سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔" یہ سوچ اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ اسے لگا جیسے حیا نے اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے، اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اس نے غصے میں اپنا فون دیوار پر دے مارا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس واقعے کے بعد، اس کے رویے میں بچی کھچی نرمی بھی ختم ہو گئی۔ اب وہ پہلے سے زیادہ چڑچڑا اور تلخ ہو گیا تھا۔ اس نے خود کو مکمل طور پر کام میں غرق کر لیا تھا، جیسے وہ اپنی ذاتی زندگی کی ناکامی کو کاروباری کامیابی سے چھپانا چاہتا ہو۔ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے بھی، ان کے درمیان میلوں کے فاصلے حائل ہو چکے تھے، ایسے فاصلے جو نظر نہیں آتے، صرف محسوس کیے جاتے ہیں۔ یہ خاموش فاصلے دن بہ دن بڑھتے جا رہے تھے اور اس خوبصورت رشتے کو ایک ایسے انجام کی طرف لے جا رہے تھے جس کا دونوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ گھر کی فضا میں پھیلی اداسی اور حیا کی خاموشی اب انور علی صاحب سے بھی ڈھکی چھپی نہ رہی۔ وہ ایک تجربہ کار اور جہاں دیدہ انسان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیٹی ایک نازک دور سے گزر رہی ہے۔ وہ اس کی آنکھوں میں چھپی تکلیف اور اس کی جبری مسکراہٹ کے پیچھے کا درد پڑھ سکتے تھے۔ رضوانہ بیگم نے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بھی کئی بار تشویش کا اظہار کیا تھا کہ منگنی کے بعد سے فاروقی خاندان کی طرف سے کوئی رابطہ نہیں ہوا، نہ ہی کسی نے خیر خیریت پوچھی۔ انور علی صاحب نے کچھ دن انتظار کرنا مناسب سمجھا، اس امید پر کہ شاید یہ کوئی وقتی غلط فہمی ہو جو خود بخود دور ہو جائے۔ لیکن جب کئی ہفتے گزر گئے اور حیا کی حالت دن بدن بگڑتی گئی تو انہوں نے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنی بیٹی کو اس طرح گھلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک شام، جب حیا یونیورسٹی سے لوٹی تو اس کا چہرہ معمول سے زیادہ اترا ہوا تھا۔ انور علی صاحب نے اسے اپنے اسٹڈی روم میں بلایا۔ حیا دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے اندازہ تھا کہ اس کے والد اس سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔

"بیٹھو بیٹا،" انہوں نے اپنی عینک اتار کر میز پر رکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔ حیا خاموشی سے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ انور علی صاحب نے اس

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کے سر پر ہاتھ رکھا اور شفقت سے پوچھا، "میری بیٹی کیوں پریشان ہے؟ کیا کوئی ایسی بات ہے جو تم اپنے باپ سے بھی چھپا رہی ہو؟" والد کے لہجے کی محبت اور فکر نے حیا کے ضبط کے سارے بندھن توڑ دیے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ "ابا جان... مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ سب کچھ... سب کچھ ختم ہو رہا ہے۔" انور علی صاحب نے اسے رونے دیا تاکہ اس کے دل کا غبار نکل جائے۔ جب وہ کچھ پرسکون ہوئی تو انہوں نے اسے پانی کا گلاس پیش کیا۔

"اب بتاؤ مجھے، کیا بات ہے؟" حیا نے سسکتے ہوئے شروع سے آخر تک ساری کہانی اپنے والد کو سنا دی۔ دانیال کے اچانک بدلتے رویے، اس کی سرد مہری، اس کی خاموشی اور اپنے دل کی بے چینی... اس نے کچھ نہیں چھپایا۔ انور علی صاحب نے پوری بات بہت صبر اور سکون سے سنی۔ ان کے چہرے پر غصے یا پریشانی کے آثار نہیں تھے، بلکہ ایک گہری

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سنجیدگی اور حکمت تھی۔ جب حیا اپنی بات مکمل کر چکی تو وہ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر انہوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"بیٹا، زندگی ایک امتحان ہے۔ اور رشتے اس امتحان کا سب سے مشکل پرچہ ہوتے ہیں۔" انہوں نے اپنی بات جاری رکھی، "دیکھو، کسی بھی رشتے کی بنیاد دو ستونوں پر ہوتی ہے: محبت اور اعتماد۔ محبت دل کا معاملہ ہے، وہ کبھی کم ہوتی ہے کبھی زیادہ۔ لیکن اعتماد دماغ اور کردار کا معاملہ ہے۔ اگر اعتماد کی بنیاد کمزور ہو تو محبت کی عمارت زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکتی۔" انہوں... نے حیا کی طرف دیکھا اور کہا، "تمہاری باتوں سے مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ دانیال کے دل میں کوئی شک یا غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو، یا ہو سکتا ہے اس نے خود ہی کسی بات کا غلط مطلب نکال لیا ہو۔" لیکن ابا جان،" حیا نے بے بسی سے کہا، "میں نے تو انہیں ایسا کوئی موقع ہی نہیں دیا۔" میں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

جانتا ہوں بیٹا،" انور علی صاحب نے تسلی دی۔ "سچائی اور نیکی کو اکثر بے وجہ آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟" انہوں نے ایک لمحے کا توقف کیا اور پھر وہ الفاظ کہے جنہوں نے حیا کے دل میں امید کی ایک نئی شمع روشن کر دی۔ "بیٹا، صبر اور وقار... یہ دو ایسے ہتھیار ہیں جو سب سے بڑی جنگ بھی جتوا سکتے ہیں۔ اگر تم سچی ہو تو تمہیں گھبرانے یا صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنا وقار قائم رکھو۔ خاموشی اختیار کرو اور اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ سچائی بادلوں کی طرح ہوتی ہے، وہ جتنی دیر بھی چھپی رہے، ایک نہ ایک دن سورج کی روشنی اسے ہٹا ہی دیتی ہے۔" انہوں نے مزید کہا، "اگر دانیال کی محبت میں سچائی ہے اور وہ ایک سمجھدار انسان ہے تو وہ خود اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ تم سے بات کرے گا۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا... تو پھر سمجھ لینا کہ وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

میری بیٹی کا ہاتھ تھام سکے۔ ایسے کمزور اور شکی انسان کے ساتھ پوری زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ یہ رشتہ شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے۔" والد کے ان الفاظ نے حیا پر جادو کا سا اثر کیا۔ اس کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ اسے لگا جیسے اسے ایک واضح راستہ مل گیا ہے۔ اس کی بے چینی اور گھبراہٹ کی جگہ ایک عجیب سے سکون اور اعتماد نے لے لی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اکیلی نہیں ہے، اس کے والد کی حکمت اور اللہ پر بھروسہ اس کے ساتھ ہے۔ وہ اٹھی اور اپنے والد کے ہاتھ چوم لیے۔ "شکریہ ابا جان۔ آپ نے میری سب سے بڑی مشکل حل کر دی۔ میں اب صبر کروں گی اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دوں گی۔"

اس دن کے بعد، حیا واقعی بدل گئی۔ اس نے رونا دھونا چھوڑ دیا۔ اس نے اپنی پوری توجہ اپنی پڑھائی اور اپنے گھر والوں پر مرکوز کر دی۔ اس کے چہرے پر اب اداسی نہیں، بلکہ ایک پروقار خاموشی اور صبر کا نور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تھا۔ وہ انتظار کر رہی تھی... اس بات کا کہ یا تو دانیال خود سچائی تک پہنچے گا، یا پھر قدرت خود اس کہانی کا کوئی فیصلہ سنائے گی۔ جب شہیر اور سارہ نے دیکھا کہ دانیال کے بدلے ہوئے رویے اور خاموشی کے باوجود یہ رشتہ ٹوٹ نہیں رہا تو ان کی بے چینی بڑھنے لگی۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں دانیال کا غصہ ٹھنڈا نہ پڑ جائے اور وہ خود ہی حیا سے رابطہ کر کے غلط فہمیاں دور نہ کر لے۔ انہیں احساس تھا کہ شک کا جو بیج انہوں نے بویا ہے، اسے تناور درخت بنانے کے لیے ایک زیادہ مضبوط اور زہریلی کھاد کی ضرورت ہے۔ انہیں ایک ایسے "ثبوت" کی ضرورت تھی جسے دیکھ کر دانیال کے دل میں محبت کی بچی کھچی رمق بھی نفرت میں بدل جائے۔

شہیر نے اپنے شیطانی دماغ پر زور دیا اور ایک نیا، زیادہ گھناؤنا منصوبہ تیار کیا۔ اس منصوبے میں ٹیکنالوجی کا سہارا لیا گیا، جو نیکی کے لیے استعمال ہو تو رحمت اور بدی کے لیے استعمال ہو تو زحمت بن جاتی ہے۔ اس

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

نے یونیورسٹی میں اپنے کچھ ذرائع استعمال کر کے حیا کی کلاس کے ایک لڑکے، کاشف، کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ کاشف ایک شریف اور پڑھاکو لڑکا تھا جو اکثر کلاس کے نوٹس کے سلسلے میں حیا سمیت کئی لڑکیوں سے بات کرتا رہتا تھا۔ حیا کے لیے وہ صرف ایک کلاس فیلو تھا، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ شہیر نے سوشل میڈیا سے کاشف کی ایک تصویر نکالی اور پھر یونیورسٹی کے اس سیمینار والی گروپ فوٹو میں سے حیا کی تصویر کو احتیاط سے کراپ کیا۔ ایک ماہر فوٹو ایڈیٹر کی مدد سے، اس نے ان دونوں تصویروں کو اس طرح جوڑا کہ دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے حیا اور کاشف کسی پارک میں ایک بینچ پر ایک دوسرے کے بہت قریب بیٹھے ہنس کر باتیں کر رہے ہوں۔ تصویر کو مزید حقیقی دکھانے کے لیے اس نے بیک گراؤنڈ بھی تبدیل کر دیا اور روشنی اور شیڈوز پر خاص کام کروایا تاکہ تصویر کہیں سے بھی جعلی نہ لگے۔ تصویر تیار کرنے کے بعد، شہیر نے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سارہ کو فون کیا اور اسے اپنے منصوبے کے بارے میں بتایا۔ سارہ اس گھناؤنی حرکت پر ایک لمحے کے لیے ہچکچائی، لیکن پھر اس کے دل میں موجود حسد کی آگ نے اس کے ضمیر کی آواز کو دبا دیا۔ وہ اس منصوبے میں برابر کی شریک ہو گئی۔ اب اگلا مرحلہ اس تصویر کو دانیال تک پہنچانے کا تھا۔ شہیر جانتا تھا کہ اگر اس نے یہ تصویر خود دانیال کو دکھائی تو ہو سکتا ہے دانیال اس پر شک کرے۔ اسے یہ کام اس طرح کرنا تھا کہ دانیال کو لگے کہ یہ تصویر اس تک اتفاقاً پہنچی ہے۔ اس نے ایک نئی، گمنام سم خریدی اور اس نمبر سے وہ تصویر دانیال کے فون پر بھیج دی۔ تصویر کے ساتھ اس نے ایک زہر بھرا پیغام بھی لکھا:

"دانیال حسین، تم جسے ہیرے کی انگوٹھی پہنا کر گھر میں بٹھے ہو، وہ تو باہر دوسروں کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ اگر اپنی آنکھوں پر یقین نہ آئے تو اپنی منگیتر سے ہی پوچھ لینا کہ یہ کاشف کون ہے اور یونیورسٹی کے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بعد وہ اس کے ساتھ پارکوں میں کیا کرتی پھرتی ہے۔ ایک خیر خواہ۔" یہ پیغام بھیجنے کے بعد شہیر نے فوراً وہ سم توڑ کر پھینک دی تاکہ اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ اس وقت دانیال اپنے دفتر میں ایک اہم میٹنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کا موڈ پہلے ہی حیا کی وجہ سے خراب تھا۔ تبھی اس کے فون پر میسج کی ٹون بجی۔ اس نے فون اٹھا کر دیکھا۔ ایک انجان نمبر سے ایک تصویر اور ایک پیغام آیا تھا۔ جیسے ہی اس نے تصویر کھولی، اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ تصویر میں حیا کسی غیر لڑکے کے ساتھ اس قدر بے تکلفی سے بیٹھی تھی کہ دانیال کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا خون جوش مارنے لگا اور اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے نیچے لکھا ہوا پیغام پڑھا۔ "کاشف..."، "رنگ رلیاں..."، "پارکوں میں..." — ہر لفظ ایک دہکتے ہوئے انگارے کی طرح اس کے دل و دماغ پر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

لگ رہا تھا۔اس کا ذہن پوری طرح ماؤف ہو چکا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ تصویر جعلی ہو سکتی ہے۔ شہیر کی پہلے کی باتیں، سارہ کے طعنے اور اب یہ "تصویری ثبوت"... سب مل کر ایک ایسی کہانی بنا رہے تھے جس پر یقین نہ کرنا اس کے لیے ناممکن تھا۔ اسے لگا جیسے اس کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا دھوکہ ہوا ہے۔ جس لڑکی کو اس نے اپنی زندگی کا مرکز بنایا تھا، جس کی سادگی اور پاکیزگی کی وہ قسمیں کھاتا تھا، وہ ایسی نکلے گی، اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

اس کا دل محبت اور اعتماد کے ٹوٹنے کی کرچیوں سے بھر گیا۔ اس نے غصے اور تکلیف کی شدت سے میز پر پڑی ہر چیز اٹھا کر پھینک دی۔ شیشے کے ٹوٹنے کی آواز پورے دفتر میں گونج گئی۔ اس کا سیکرٹری گھبرا کر اندر بھاگا، لیکن دانیال کی حالت دیکھ کر اس کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ کچھ کہے۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دانیال نے کرسی پر گرتے ہوئے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اس کی آنکھوں سے غصے اور بے بسی کے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا۔ وہ اس دھوکے کو برداشت نہیں کرے گا۔ وہ حیا سے اس کا جواب مانگے گا، اور اس رشتے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا۔ ایک جھوٹی تصویر اور ایک زہر یلے پیغام نے سچائی، محبت اور اعتماد کو ایک ہی لمحے میں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔ ایک طوفان تھا جو اب رکنے والا نہیں تھا۔ دفتر میں توڑ پھوڑ کرنے کے بعد بھی دانیال کا غصہ کم نہ ہوا۔ اس کے اندر نفرت، دھوکہ دہی اور بے بسی کا ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔ اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو چکا تھا۔ اس نے نہ تو تصویر کی سچائی جانچنے کی کوشش کی اور نہ ہی ایک لمحے کے لیے یہ سوچا کہ حیا جیسی لڑکی ایسا قدم کیوں اٹھائے گی۔ اس کے سامنے بس وہ تصویر تھی، جو اس کے اعتماد اور محبت کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس نے اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور طیش کے عالم میں دفتر سے نکل گیا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ راستے میں ہر کوئی اسے خوف سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیوانہ وار گاڑی چلاتا ہوا حیا کے محلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر وہاں پہنچ جائے اور اس "دھوکے باز" لڑکی سے اپنے ہر سوال کا جواب لے۔جب اس کی چمکتی ہوئی گاڑی حیا کی پرسکون گلی میں تیز رفتاری سے داخل ہوئی تو چند بچے جو باہر کھیل رہے تھے، ڈر کر ایک طرف ہو گئے۔ اس نے گاڑی کو اس زور سے بریک لگا کر روکا کہ ٹائروں کی چرچراہٹ پوری گلی میں گونج گئی۔اس نے گاڑی سے اتر کر پوری قوت سے حیا کے گھر کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ دستک کے اس غیر معمولی اور وحشیانہ انداز نے گھر والوں کو خوفزدہ کر دیا۔ رضوانہ بیگم، جو اس وقت صحن میں پودوں کو پانی دے رہی تھیں، گھبرا کر دروازے کی طرف بھاگیں۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"کون ہے؟ ارے بھئی، دروازہ ہی توڑ دو گے کیا؟" انہوں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا، لیکن سامنے دانیال کو اس حال میں دیکھ کر ان کی زبان گنگ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر وحشت طاری تھی۔

"حیا کہاں ہے؟" وہ گرجدار آواز میں چلایا۔

رضوانہ بیگم اس کے اس روپ کو دیکھ کر سہم گئیں۔ "جی... وہ... وہ اپنے کمرے میں ہے۔ لیکن بیٹا، ہوا کیا ہے؟ آپ اس طرح"... لیکن دانیال نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی اور انہیں راستے سے ہٹاتا ہوا سیدھا گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کی آواز سن کر حیا اور علیزے بھی گھبرا کر اپنے کمرے سے باہر نکل آئیں۔ دانیال کو اس حال میں اپنے سامنے دیکھ کر حیا کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس کی زبان سے بمشکل یہ الفاظ نکلے۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دانیال اس کی طرف بڑھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی ایسی آگ تھی جسے حیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ "بہت معصوم بنتی ہو نا تم؟ بہت شرافت کا ناٹک کرتی ہو؟ بتاؤ مجھے، یہ کاشف کون ہے؟"

"کاشف؟" حیا نے حیرت سے دہرایا۔ "وہ... وہ میرا کلاس فیلو ہے۔ لیکن آپ اس کا نام کیوں"...

"کلاس فیلو؟" دانیال وحشیانہ انداز میں ہنسا۔ "صرف کلاس فیلو ہے یا یونیورسٹی کے بعد پارکوں میں ملاقاتیں بھی ہوتی ہیں اس سے؟" یہ الزام سن کر حیا کے سر پر جیسے آسمان گر پڑا۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"آپ... آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ خدا کا خوف کریں! آپ کو کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔" "غلط فہمی؟" دانیال نے اپنا فون نکالا اور وہ جعلی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دی۔ "اب بولو! کیا یہ بھی غلط فہمی ہے؟ کیا اس تصویر میں تم نہیں ہو؟ بولو"!

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

حیا نے تصویر دیکھی اور اس کے حواس جواب دے گئے۔ تصویر میں وہ خود تھی، لیکن ایک ایسی حالت میں، ایک ایسی جگہ پر جہاں وہ کبھی گئی ہی نہیں تھی۔ اسے ایک لمحے میں سمجھ آگیا کہ یہ کوئی بھیانک سازش ہے۔ "یہ... یہ تصویر جھوٹی ہے۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ "میں قسم کھاتی ہوں... میں کبھی اس کے ساتھ اس طرح"...

"بس!" دانیال دھاڑا۔ "اب ایک لفظ اور نہیں! میں تمہاری جھوٹی قسموں اور معصوم چہرے کے پیچھے چھپے مکروہ کردار کو جان چکا ہوں۔ مجھے نفرت ہو رہی ہے خود سے کہ میں نے تم جیسی لڑکی سے محبت کی۔ تم نے میرے اعتماد کا، میری محبت کا قتل کیا ہے۔" اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ انور علی صاحب، جو اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے، باہر آ گئے۔ انہوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کا دل دہل گیا۔ "دانیال صاحب! یہ کیا بدتمیزی ہے؟ آپ ہوش میں تو ہیں؟ آپ کس حق سے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

میری بیٹی پر اس طرح چیخ رہے ہیں؟" انور علی صاحب کی آواز میں غصہ اور وقار تھا۔ "اپنے حق سے!" دانیال نے ان کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "اس حق سے کہ اس لڑکی نے میری منگیتر ہوتے ہوئے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اپنی بیٹی کی کرتوتیں دیکھیے پروفیسر صاحب!" اس نے فون انور علی صاحب کی طرف بڑھایا۔ انور علی صاحب نے تصویر دیکھی، پھر اپنی بیٹی کے آنسوؤں سے بھرے، بے گناہی کی دہائی دیتے چہرے کو دیکھا۔ انہیں ایک لمحہ بھی شک نہیں ہوا کہ ان کی بیٹی بے قصور ہے۔ "مجھے اپنی بیٹی پر پورا بھروسہ ہے۔ یہ تصویر جھوٹی ہے اور یہ کوئی سازش ہے۔" انہوں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "واہ! کیا باپ بیٹی ہیں!" دانیال نے طنزیہ قہقہہ لگایا۔ "سب ملے ہوئے ہیں۔ لیکن میں اب اور بے وقوف نہیں بنوں گا۔ میں آج اور اسی وقت تم سے اور اس رشتے سے اپنا ہر تعلق ختم کرتا ہوں۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

یہ کہہ کر وہ مڑا۔ حیا نے روتے ہوئے اسے پکارا، "دانیال! میری بات تو سنیں! خدا کے لیے... مجھ پر بھروسہ کریں"! لیکن دانیال نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ اسی طوفانی رفتار سے گھر سے نکلا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد گھر میں ایک قیامت خیز خاموشی چھا گئی۔ حیا وہیں فرش پر گر پڑی اور بے تحاشا رونے لگی۔ رضوانہ بیگم اور علیزے نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن وہ صدمے کی حالت میں تھی۔ انور علی صاحب خاموش کھڑے تھے، ان کے چہرے پر دکھ اور غصے کے تاثرات تھے۔ ایک ہنستے بستے گھر پر آج ایک ایسا طوفان آیا تھا جو اپنے ساتھ عزت، اعتماد، محبت اور خوشیوں کو بہا کر لے گیا تھا۔ دانیال کے جانے کے بعد، وہ گھر جسے ہمیشہ انور علی صاحب کے وقار اور رضوانہ بیگم کے سلیقے نے پرسکون رکھا تھا، ایک ماتم کدے میں تبدیل ہو گیا۔ حیا فرش پر بے سدھ پڑی رو رہی تھی۔ اس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

لے رہے تھے۔ یہ صرف محبت میں ناکامی کے آنسو نہیں تھے، بلکہ یہ اس کی عزتِ نفس پر لگے گہرے زخم، اس کی بے بسی اور اس پر لگائے گئے گھناؤنے الزام کی اذیت کے آنسو تھے۔ اس کے کانوں میں دانیال کے الفاظ گونج رہے تھے، "مجھے نفرت ہو رہی ہے خود سے کہ میں نے تم جیسی لڑکی سے محبت کی۔" ہر لفظ ایک تیز دھار خنجر کی طرح اس کی روح کو چھلنی کر رہا تھا۔ رضوانہ بیگم اور علیزے اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں، لیکن ان کے اپنے آنسو بھی رواں تھے۔ علیزے کے دل میں دانیال کے لیے شدید غصہ اور نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ "کیسا شخص ہے وہ! بغیر سوچے سمجھے، بغیر تحقیق کیے آپی پر اتنا بڑا الزام لگا کر چلا گیا! اس نے ایک بار بھی آپی کی قسم پر، ان کے آنسوؤں پر اعتبار نہیں کیا۔ ایسے شخص سے تو رشتہ ٹوٹ ہی جائے تو بہتر ہے۔" رضوانہ بیگم اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر تڑپ رہی تھیں۔ وہ بار بار کہہ رہی تھیں، "میری بچی پر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کس کی نظر لگ گئی؟ میری پھول جیسی بچی کو کیا صدمہ دے گیا وہ ظالم۔" ان سب میں سب سے زیادہ خاموش اور سب سے زیادہ ٹوٹے ہوئے انسان انور علی صاحب تھے۔ وہ ایک کرسی پر ساکت بیٹھے تھے، ان کی نظریں خلا میں کہیں ٹکی ہوئی تھیں۔ ان کے چہرے پر دکھ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔ یہ صرف ان کی بیٹی کی منگنی ٹوٹنے کا دکھ نہیں تھا، بلکہ یہ اس بات کا دکھ تھا کہ ان کی عزت، ان کی تربیت اور ان کے خاندانی وقار کو اس بے دردی سے پامال کیا گیا تھا۔ ایک شخص ان کے گھر میں طوفان کی طرح داخل ہوا اور ان کی سب سے قیمتی متاع، ان کی بیٹی کی عزت پر، کیچڑ اچھال کر چلا گیا۔ ایک باپ کے لیے اس سے بڑی کوئی اذیت نہیں ہو سکتی تھی۔ انہوں نے ہمت جمع کی اور اپنی بیٹی کے پاس آئے۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "اٹھو بیٹا..." ان کی آواز میں درد کے ساتھ ساتھ ایک باپ کی غیر متزلزل محبت اور سہارا تھا۔ "اٹھو اور آنسو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

پونچھو۔ تم ان لوگوں کے لیے آنسو کیوں بہا رہی ہو جو تمہارے ایک آنسو کے بھی قابل نہیں؟"حیا نے روتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ "ابا جان... انہوں نے مجھ پر یقین نہیں کیا۔ انہوں نے میری محبت کو، میرے وجود کو جھٹلا دیا۔"

"تو یہ ان کی کم ظرفی ہے، تمہاری نہیں۔" انور علی صاحب نے اسے اٹھا کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "جس شخص کی نظر ایک جھوٹی تصویر اور سچی آنکھوں میں فرق نہ کر سکے، وہ محبت کرنے اور نبھانے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ اس نے صرف تم پر نہیں، بلکہ اپنی محبت اور اپنی عقل پر عدم اعتماد کا ثبوت دیا ہے۔"انہوں نے ایک گہری سانس لی اور فیصلہ کن لہجے میں کہا، "یہ رشتہ اب ختم ہو چکا ہے۔ اور اس کا فیصلہ صرف اس نے نہیں، میں نے بھی کیا ہے۔ مجھے ایسی دہلیز پر اپنی بیٹی نہیں بھیجنی جہاں اس کی عزت اور اس کے کردار کی کوئی قیمت نہ ہو۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ان کے ان الفاظ نے حیا کو کچھ حوصلہ دیا۔ اسے احساس ہوا کہ کچھ بھی ہو جائے، اس کے والد کا اعتماد اس کے ساتھ ہے۔دوسری طرف، دانیال جب اپنے گھر پہنچا تو وہ اب بھی غصے اور ہیجان کی کیفیت میں تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر صبیحہ بیگم گھبرا گئیں۔ "دانیال! خیریت تو ہے؟ یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟"

"کچھ خیریت نہیں ہے امی!" وہ چیخا۔ "سب ختم ہو گیا ہے۔ میں نے وہ رشتہ توڑ دیا ہے۔" یہ سن کر صبیحہ بیگم پر جیسے بجلی گر پڑی۔ "کیا مطلب؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ جس لڑکی کو آپ نیک اور پارسا سمجھتی تھیں، اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔" اس نے وہ تصویر اپنی ماں کے سامنے پھینک دی۔ صبیحہ بیگم نے تصویر دیکھی اور ایک لمحے کے لیے وہ بھی سکتے میں آگئیں۔ لیکن پھر ان کی ممتا اور ان کے تجربے نے انہیں سوچنے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

پر مجبور کیا۔ انہوں نے حیا کو دیکھا تھا، اس سے بات کی تھی۔ ان کا دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ معصوم صورت والی لڑکی ایسا کر سکتی ہے۔

"دانیال، مجھے یقین نہیں آ رہا۔ ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ تم نے حیا سے بات کی؟ اس نے کیا کہا؟"

"کیا کہتی وہ؟ جھوٹے آنسو بہا رہی تھی، قسمیں کھا رہی تھی۔ لیکن میں اب اس کے کسی ڈرامے میں نہیں آؤں گا۔ میں نے سب کچھ ختم کر دیا ہے۔" اسی وقت حسین فاروقی بھی وہاں آ گئے۔ جب انہیں ساری صورتحال کا علم ہوا تو ان کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سی تسکین کے تاثرات تھے۔ "میں نے تو پہلے ہی کہا تھا! میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ متوسط طبقے کے لوگ ہمارے برابر کے نہیں ہیں۔ ان کی یہی اوقات ہوتی ہے۔ اچھا ہوا جو اس رشتے کا ڈرامہ ختم ہوا۔ تم نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے بیٹا۔" والد کی تائید نے دانیال کے غصے کو مزید ہوا دی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اسے لگا کہ وہ صحیح ہے۔ صبیحہ بیگم نے اپنے شوہر اور بیٹے کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ وہ جلد بازی نہ کریں، تحقیق کریں، لیکن ان کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی۔ اعتماد کا نازک شیشہ ایک بار ٹوٹ جائے تو اس کی کرچیاں دونوں طرف والوں کو زخمی کرتی ہیں۔ دانیال کو لگ رہا تھا کہ اسے دھوکہ ملا ہے، اور حیا اس اذیت میں تھی کہ اس کی محبت اور وفاداری پر شک کیا گیا ہے۔ ایک جھوٹ نے دو دلوں کے درمیان نفرت کی ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی تھی جسے عبور کرنا اب ناممکن لگ رہا تھا۔ اگلی صبح فاروقی مینشن پر ایک بھاری اور بوجھل خاموشی بن کر اتری۔ ناشتے کی میز پر موت کا سا سناٹا تھا، جسے حسین فاروقی کی سخت اور بے لچک آواز نے توڑا۔ "صبیحہ! میں چاہتا ہوں کہ یہ ڈرامہ آج ہی ختم ہو۔ تم ابھی انور علی کے گھر فون کرو اور انہیں صاف لفظوں میں بتا دو کہ ہم یہ رشتہ ختم کر رہے ہیں۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

صبیحہ بیگم، جن کی آنکھیں رات بھر رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں، نے کانپتی آواز میں کہا، "اتنی جلدی کیا ہے؟ ایک بار اور سوچ لیں۔ دانیال بھی ابھی غصے میں ہے۔ کہیں ہماری جلد بازی"...

"کوئی جلد بازی نہیں ہو رہی!" حسین فاروقی گرجے۔ "فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں اپنی خاندانی عزت کو مزید داؤ پر نہیں لگا سکتا۔ اور ہاں، ان سے کہنا کہ منگنی کی انگوٹھی اور جو دیگر تحائف ہم نے بھیجے تھے، وہ آج ہی ہمارے ڈرائیور کو واپس کر دیں۔ ہمیں ان کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کی طرف دیکھا جو خاموش بیٹھا پلیٹ کو گھور رہا تھا۔

"دانیال، تم نے سنا میں نے کیا کہا؟" دانیال نے بغیر نظر اٹھائے، بجھے ہوئے لہجے میں کہا، "جی بابا۔ آپ جو ٹھیک سمجھیں، وہی کریں۔" اس کے اندر کا طوفان ابھی تھما نہیں تھا، اور اس کے والد کے الفاظ اس کے زخموں پر مرہم کے بجائے نمک کا کام کر رہے تھے، اس کے شک کو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

یقین میں بدل رہے تھے۔ صبیحہ بیگم نے بے بسی سے اپنے بیٹے اور شوہر کو دیکھا اور بھاری دل کے ساتھ فون اٹھانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کس منہ سے ان شریف لوگوں سے یہ بات کہیں گی۔دوسری طرف، انور علی صاحب کے گھر پر بھی رات بھر کسی کی آنکھ نہیں لگی تھی۔ حیا اپنے کمرے میں بستر پر گم صم پڑی تھی، اس کی آنکھیں چھت پر جمی تھیں، جیسے وہ بے جان ہو گئی ہو۔ انور علی صاحب صبح ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ اس ذلت کو مزید ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کریں گے۔ تبھی فون کی گھنٹی بجی۔ رضوانہ بیگم نے ڈرتے ڈرتے فون اٹھایا۔ دوسری طرف صبیحہ بیگم کی لرزتی ہوئی آواز تھی۔

"ہیلو... رضوانہ بہن"...

"جی، وعلیکم السلام۔" رضوانہ بیگم کے لہجے میں کوئی گرمجوشی نہیں تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

صبیحہ بیگم کے لیے الفاظ ادا کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ انہوں نے ہمت جمع کرتے ہوئے کہا، "بہن... میں... میں بہت شرمندہ ہوں... دراصل حسین صاحب نے کہا ہے کہ... کہ ہم... ہم یہ رشتہ مزید آگے نہیں بڑھا سکتے۔"

اس سے پہلے کہ رضوانہ بیگم کوئی جواب دیتیں، انور علی صاحب نے ان کے ہاتھ سے فون لے لیا۔ ان کا لہجہ انتہائی پرسکون اور مضبوط تھا۔

"صبیحہ بیگم، آپ فکر نہ کریں اور نہ ہی شرمندہ ہوں۔ ہم بھی یہی فیصلہ کر چکے تھے۔ جس گھر میں ہماری بیٹی کے کردار پر شک کیا جائے اور اس کی عزت پر حملہ کیا جائے، اس گھر سے ہم کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔"

ان کے لہجے کی متانت نے صبیحہ بیگم کو مزید شرمندہ کر دیا۔ انور علی صاحب نے اپنی بات مکمل کی، "آپ اپنے بیٹے کو کہیے گا کہ محبت کے دعوے کرنا آسان ہوتا ہے، لیکن اعتماد کرنا مردوں کا کام ہے۔ اور جہاں تک آپ کے تحائف کا تعلق ہے، وہ آپ کے ڈرائیور کے آنے سے پہلے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہی آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔ ہمیں آپ کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون رکھ دیا۔ انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی اپنا وقار مجروح نہیں ہونے دیا۔

فون بند کرنے کے بعد وہ سیدھا حیا کے کمرے میں گئے۔ حیا نے ان کی گفتگو سن لی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، آنسو بھی خشک ہو چکے تھے۔ انور علی صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "بیٹا"...

حیا خاموشی سے اٹھی۔ اس نے اپنی انگلی کی طرف دیکھا جہاں ہیرے کی وہ انگوٹھی موجود تھی، جو کبھی اس کی سب سے بڑی خوشی کا نشان تھی اور آج اس کی سب سے بڑی اذیت کا سبب بن چکی تھی۔ اس کی انگلیاں کانپ نہیں رہی تھیں، ان میں ایک عجیب سی سختی آگئی تھی۔ اس نے سکون سے وہ انگوٹھی اتاری اور اپنے والد کے ہاتھ پر رکھ دی۔

"ابا جان، یہ ان کی امانت ہے۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس کے ساتھ ہی اس نے وہ تمام تحائف بھی نکالے جو فاروقی خاندان کی طرف سے آئے تھے اور انہیں ایک ڈبے میں بند کر دیا۔ انور علی صاحب نے اپنے ایک پرانے شاگرد کو بلایا اور وہ سارا سامان عزت کے ساتھ فاروقی مینشن بھجوا دیا۔ رسمی طور پر، ہر لحاظ سے، منگنی ختم ہو چکی تھی۔ ایک خوبصورت خواب کا بھیانک انجام ہو چکا تھا۔ محبت کا جنازہ اٹھ چکا تھا، اور اب صرف اس کی تدفین باقی تھی، جو دونوں کے دلوں میں آہستہ آہستہ ہو رہی تھی۔ منگنی ختم ہونے کی خبر انور علی صاحب کے گھر پر ایک مستقل خاموشی اور اداسی کی چادر تان گئی۔ گھر کی ہر چیز ویسی ہی تھی، لیکن کچھ بھی پہلے جیسا نہیں تھا۔ ہوا میں ایک ناقابلِ بیان بوجھ تھا، جیسے خوشیوں نے اس گھر کا راستہ بھلا دیا ہو۔ سب سے زیادہ متاثر حیا ہوئی تھی۔ وہ ایک زندہ لاش بن کر رہ گئی تھی۔ وہ نہ روتی تھی، نہ کسی سے بات کرتی تھی، بس گم صم بیٹھی خلاؤں میں گھورتی رہتی۔ اس کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہنسی، اس کی باتیں، اس کی چہل پہل، سب کچھ ماضی کا قصہ بن چکا تھا۔ راتوں کو وہ اکثر نیند سے جاگ کر بیٹھ جاتی، اس کے دل میں ایک ٹیس اٹھتی، ایک ایسا درد جس کا کوئی مداوا نہیں تھا۔ اسے بار بار دانیال کا چہرہ یاد آتا، لیکن اب اسے محبت بھرا چہرہ نہیں، بلکہ غصے اور نفرت سے بھرا وہ روپ یاد آتا جو اس نے آخری بار دیکھا تھا۔ اس کے کانوں میں اس کے الزامات گونجتے رہتے۔ "دھوکہ باز... جھوٹی... مکروہ کردار..." یہ الفاظ زہریلے ناگ بن کر اس کی روح کو ڈستے رہتے۔ اسے دانیال سے نفرت نہیں ہو رہی تھی، اسے اپنی قسمت پر، اپنی بے بسی پر رونا آتا تھا۔ اسے اس بات کا صدمہ نہیں تھا کہ منگنی ٹوٹ گئی، اسے اس بات کا صدمہ تھا کہ جس شخص پر اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ بھروسہ کیا تھا، اسی نے اس کے کردار کو سرِعام نیلام کر دیا۔ رضوانہ بیگم اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر اندر ہی اندر گھلتی جا رہی تھیں۔ وہ گھنٹوں جائے نماز پر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بیٹھی اس کے لیے دعائیں کرتیں، اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتیں، لیکن حیا کسی بات پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کرتی تھی۔

علیزے اور زویا اسے اس حالت سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر پرانی باتیں کرتیں، اسے ہنسانے کی کوشش کرتیں، اسے زبردستی باہر لے جانے کی ضد کرتیں، لیکن حیا ایک پتھر کی مورت بنی رہتی۔ ایک دن زویا نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا، "حیا! آخر کب تک تم اس شخص کے لیے خود کو سزا دیتی رہو گی جو شاید اب تمہیں یاد بھی نہیں کرتا ہوگا؟ اس نے تم پر یقین نہیں کیا، اس نے تمہاری محبت کی توہین کی۔ ایسے شخص کے لیے آنسو بہانا بھی پانی ضائع کرنے کے مترادف ہے۔" حیا نے پہلی بار اپنی خاموشی توڑی۔ اس کی آواز میں درد کی گہرائی تھی۔ "زویا... تم نہیں سمجھو گی۔ اس نے صرف مجھ پر شک نہیں کیا، اس نے میری روح کو زخمی کر دیا ہے۔ اس نے مجھے میری ہی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

نظروں میں گرا دیا ہے۔ مجھے اب ہر شخص کی آنکھوں میں اپنے لیے شک نظر آتا ہے۔ مجھے باہر نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے۔" یہ کہہ کر وہ دوبارہ خاموش ہو گئی۔ اس کا اعتماد اس بری طرح ٹوٹا تھا کہ اسے اب خود پر بھی یقین نہیں رہا تھا۔ دوسری طرف، انور علی صاحب اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر سخت کرب میں مبتلا تھے۔ وہ راتوں کو اٹھ کر اس کے کمرے کے باہر سے جھانکتے اور اسے بے چین سوتا دیکھ کر ان کا دل کٹ کر رہ جاتا۔ انہیں اپنے فیصلے پر کوئی پچھتاوا نہیں تھا، لیکن انہیں اپنی بیٹی کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ ایک مضبوط اور بااصول انسان تھے، لیکن ایک مجبور باپ بھی تھے۔ ایک شام، وہ حیا کے کمرے میں آئے۔ حیا کھڑکی سے باہر بارش کو دیکھ رہی تھی۔ بارش کی بوندیں اس کے آنسوؤں کی طرح ہی خاموش اور مسلسل تھیں۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

انور علی صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "بیٹا، کب تک یوں خود کو قید رکھو گی؟" حیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے نرمی سے کہنا شروع کیا، "دیکھو بیٹا، زندگی میں طوفان آتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ ہمارا سب کچھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ لیکن طوفان کے بعد صبح بھی ہوتی ہے۔ جو چلا گیا، وہ تمہارا تھا ہی نہیں۔ جو تمہارا مقدر ہے، وہ تمہیں مل کر رہے گا۔" انہوں نے ایک گہری سانس لی اور کہا، "میں جانتا ہوں تمہارا زخم بہت گہرا ہے۔ لیکن تم ایک پروفیسر کی بیٹی ہو، ایک بہادر لڑکی ہو۔ تم اس طرح ہمت نہیں ہار سکتیں۔ اگر تم خود کو اس طرح ختم کر لو گی تو یہ ان لوگوں کی جیت ہو گی جنہوں نے تمہیں ہرانے کی کوشش کی ہے۔ تمہاری سب سے بڑی جیت یہ ہو گی کہ تم اس صدمے سے باہر نکلو، اپنے پیروں پر کھڑی ہو، اور ان سب کو دکھا دو کہ تم ایک جھوٹے الزام سے ٹوٹنے والی لڑکی نہیں ہو۔" انہوں نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا اور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا، "تمہارا باپ تمہارے ساتھ ہے۔ تم اکیلی نہیں ہو۔ اٹھو، اور اپنی زندگی کو ایک نیا مقصد دو۔ ثابت کرو کہ سچائی کو وقتی طور پر ہرایا تو جا سکتا ہے، لیکن مٹایا نہیں جا سکتا۔" والد کے ان الفاظ نے، ان کی آواز کے اعتماد نے، حیا کے اندر جمی برف کو پگھلانا شروع کر دیا۔ اس رات وہ بہت روئی، لیکن یہ آنسو بے بسی کے نہیں، بلکہ دل کا غبار نکالنے اور ایک نئے عزم کے تھے۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے والد ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ اپنی زندگی اس طرح برباد نہیں کر سکتی۔ اسے اپنے لیے، اور سب سے بڑھ کر اپنے والدین کے لیے، جو اس کی وجہ سے اذیت میں مبتلا تھے، خود کو سنبھالنا ہوگا۔ یہ آسان نہیں تھا، لیکن یہ ایک نئی شروعات کا پہلا قدم تھا۔ صدمہ گہرا تھا، لیکن امید کی ایک ننھی سی کرن اس کے تاریک دل میں کہیں سے داخل ہو چکی تھی۔ والد کی نصیحت اور ان کے غیر متزلزل اعتماد نے حیا کے لیے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک مشعلِ راہ کا کام کیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ماضی کی تلخ یادوں کی قیدی بن کر نہیں رہے گی اور نہ ہی ان لوگوں کو یہ خوشی دے گی جنہوں نے اسے توڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا راستہ مشکل اور طویل تھا، لیکن اس نے ہمت نہ ہارنے کی ٹھان لی تھی۔اس کا پہلا قدم اپنی تعلیم کو مکمل کرنا تھا۔ منگنی اور اس کے بعد کے واقعات نے اس کی پڑھائی کو بری طرح متاثر کیا تھا، لیکن اب اس نے نئے سرے سے خود کو کتابوں میں غرق کر دیا۔ اس نے دن رات ایک کر دیے، جیسے وہ الفاظ میں پناہ ڈھونڈ رہی ہو۔ اس کی محنت رنگ لائی اور اس نے اپنے ماسٹرز کے فائنل امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ یہ کامیابی اس کے ٹوٹے ہوئے اعتماد کے لیے پہلا مرہم ثابت ہوئی۔کامیابی کی یہ چھوٹی سی کرن اس کے لیے ایک نئی صبح کا پیغام لائی۔ اس کے گھر والوں کے چہروں پر مہینوں بعد حقیقی مسکراہٹ لوٹی۔ انور علی صاحب کو اپنی بیٹی پر فخر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

محسوس ہوا، انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی بیٹی اس صدمے سے نکلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حیا نے گھر پر خالی بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ اپنی صلاحیتوں کو مثبت طریقے سے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے محلے کے قریب ہی ایک معتبر نجی اسکول میں اردو ٹیچر کی نوکری کے لیے درخواست دی اور اپنی قابلیت کی بنا پر اسے فوراً منتخب کر لیا گیا۔ اسکول کا ماحول اس کے لیے ایک نعمت ثابت ہوا۔ بچوں کی معصومیت، ان کے قہقہے اور ان کا علم حاصل کرنے کا جذبہ... ان سب چیزوں نے حیا کے زخموں پر پھاہا رکھا۔ وہ اپنی پوری توجہ اور توانائی بچوں کو پڑھانے میں صرف کر دیتی۔ وہ صرف ایک ٹیچر نہیں تھی، بلکہ وہ ان کی دوست، ان کی رہنما بن گئی۔ وہ انہیں کتابی علم کے ساتھ ساتھ اخلاقیات، سچائی اور کردار کی مضبوطی کا درس بھی دیتی۔ اس کی اپنی زندگی کا تجربہ اس کے پڑھانے کے انداز میں جھلکتا تھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

وہ اکثر بچوں کو کہانیاں سناتی جن کا اخلاقی سبق یہ ہوتا کہ زندگی میں چاہے کتنی ہی مشکلات آئیں، انسان کو سچائی اور نیکی کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس کے پڑھانے کے منفرد انداز اور شفیق رویے نے اسے جلد ہی پورے اسکول میں مقبول کر دیا۔ بچے اس سے بے حد محبت کرتے تھے اور اساتذہ اس کی قابلیت اور وقار کی عزت کرتے تھے۔ اس مصروفیت نے اسے ماضی کو بھلانے میں بہت مدد دی۔ اب اس کے پاس فالتو سوچوں کے لیے وقت ہی نہیں بچتا تھا۔ دن بھر اسکول میں بچوں کے ساتھ اور شام کو گھر آکر علیزے اور اپنے والدین کے ساتھ...

اس نے اپنی ایک نئی، پُرسکون دنیا بسا لی تھی۔ اس نے اپنی ظاہری شخصیت پر بھی توجہ دینا شروع کر دی۔ اس نے دوبارہ سے ہلکے رنگ کے، باوقار لباس پہننے شروع کر دیے، لیکن اب اس کی سادگی میں ایک نیا اعتماد اور پختگی شامل ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر اب وہ پہلی والی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

معصومانہ شوخی تو نہیں تھی، لیکن اس کی جگہ ایک ایسی سنجیدگی اور گہرائی نے لے لی تھی جو پہلے سے زیادہ پرکشش تھی۔ ایک دن اس کی پرنسپل، جو ایک سمجھدار اور تجربہ کار خاتون تھیں، نے اسے اپنے دفتر میں بلایا۔

"مس حیا، میں کچھ دنوں سے آپ کے کام کو دیکھ رہی ہوں۔ آپ جس لگن اور محبت سے بچوں کو پڑھاتی ہیں، وہ قابلِ تعریف ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ آپ ہمارے اسکول کے لیے ایک اثاثہ ہیں۔" یہ تعریف سن کر حیا کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ مہینوں بعد کسی نے اس کی ذات کو اس طرح سراہا تھا۔ اس نے شکریہ ادا کیا۔ پرنسپل نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا، "بیٹا، میں ایک عورت ہوں اور زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھتی ہوں۔ میں نے آپ کی آنکھوں میں ایک گہرا درد دیکھا ہے، لیکن ساتھ ہی میں نے اس درد پر قابو پانے کی ہمت بھی دیکھی ہے۔ بس اتنا یاد رکھیے گا کہ وقت ہر زخم بھر دیتا ہے۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

آپ بہت مضبوط ہیں۔"ان کے ان الفاظ نے حیا کو مزید حوصلہ دیا۔ اسے احساس ہوا کہ اس نے صحیح راستہ چنا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو ایک نیا مقصد دے دیا تھا۔ وہ اب دانیال کی منگیتر یا کسی کی محبت میں ٹھکرائی ہوئی لڑکی نہیں تھی، بلکہ وہ "مس حیا" تھی، ایک قابل استاد، ایک باوقار بیٹی اور ایک مضبوط عورت۔اس نے ثابت کر دیا تھا کہ عورت ٹوٹ کر بکھرنے کے لیے نہیں بنی، بلکہ وہ راکھ سے اٹھ کر پہلے سے زیادہ مضبوط اور روشن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔جبکہ حیا اپنی زندگی کو ایک نئے سرے سے ترتیب دے رہی تھی، دانیال کی دنیا اس کے برعکس بے ترتیبی اور انتشار کا شکار تھی۔ منگنی توڑنے کے فوری بعد، اسے ایک عجیب سی فتح اور سکون کا احساس ہوا تھا۔ اسے لگا جیسے اس نے ایک "دھوکے باز" لڑکی سے چھٹکارا حاصل کر کے خود کو بچا لیا ہے۔ اس کے والد حسین فاروقی نے بھی اس کے فیصلے کو سراہا اور اس کی انا کو مزید

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تقویت دی۔ لیکن یہ احساس وقتی ثابت ہوا۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے، اس کا غصہ ٹھنڈا پڑنے لگا اور اس کی جگہ ایک گہری بے چینی اور خالی پن نے لے لی۔ اس نے خود کو مکمل طور پر کام میں غرق کر دیا، دن رات میٹنگز، نئے پراجیکٹس اور غیر ملکی دوروں میں مصروف رہتا، لیکن رات کو جب وہ اپنے وسیع و عریض، پر تعیش کمرے میں اکیلا ہوتا تو حیا کی یادیں اسے گھیر لیتیں۔ اسے وہ چہرہ یاد آتا جو غصے اور نفرت سے نہیں، بلکہ محبت اور حیا سے دمکتا تھا۔ اسے اس کی وہ مہذب گفتگو یاد آتی، اس کی وہ سنجیدہ سوچ اور وہ پروقار سادگی... وہ سب کچھ جسے اس نے ایک جھٹکے میں ٹھکرا دیا تھا۔ وہ لاشعوری طور پر اپنے فون کی طرف دیکھتا، اس امید پر کہ شاید اس کا کوئی میسج یا کال آئی ہو، لیکن وہاں ہمیشہ خاموشی ہوتی۔ حیا نے منگنی ٹوٹنے کے بعد ایک بار بھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، اور یہ بات دانیال کی انا کو مزید ٹھیس پہنچاتی تھی۔ اسے لگتا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تھا کہ شاید حیا کو اس رشتے کے ٹوٹنے کا کوئی افسوس ہی نہیں ہے۔ شہیر اور سارہ اکثر اس کا دل بہلانے کی کوشش کرتے۔ سارہ اب اس کے زیادہ قریب آنے کی کوشش کرتی، اس کے لیے اچھے اچھے کھانے بنواتی، اس کے دفتر جا پہنچتی اور اسے پارٹیوں میں لے جانے پر اصرار کرتی۔ لیکن دانیال کو اب ان چیزوں میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اسے ہر جگہ، ہر محفل میں ایک خلا محسوس ہوتا، ایک ایسا خلا جسے صرف حیا ہی پُر کر سکتی تھی۔ ایک رات، وہ اپنے فارم ہاؤس پر اکیلا بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک قیمتی گلاس تھا، لیکن اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ اسے حیا کے ساتھ گزرا ہر لمحہ یاد آ رہا تھا — ان کی پہلی ملاقات، منگنی کی تقریب، ان کی مختصر فون کالز۔ اسے یاد آیا کہ حیا نے اس سے کہا تھا، "عزت اور اعتماد ہی کسی بھی رشتے کی بنیاد ہوتے ہیں۔" یہ سوچ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس نے خود اس بنیاد کو مسمار کر دیا تھا۔ اس کے دل میں پہلی بار

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک ہلکا سا شک پیدا ہوا۔ "کیا واقعی حیا ایسی ہو سکتی ہے؟ کیا اس کی آنکھوں کی سچائی، اس کے لہجے کا خلوص، سب ایک ناٹک تھا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ تصویر... جھوٹی ہو؟" یہ خیال آتے ہی اس نے فوراً اسے جھٹک دیا۔ "نہیں! میں نے خود دیکھا تھا۔ وہ تصویر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ پیغام... وہ سب کچھ ثبوت تھا۔" وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن اس کا دل اب اس کے دماغ سے متفق نہیں تھا۔ اس کی بے چینی اس وقت مزید بڑھ گئی جب ایک دن اس کے کاروباری مرشد اور والد کے پرانے دوست، جناب اسلم، اس سے ملنے اس کے دفتر آئے۔ وہ ایک انتہائی سمجھدار اور زندگی کے تجربات سے بھرپور انسان تھے۔ انہوں نے دانیال کے بجھے ہوئے چہرے اور کام میں غیر معمولی انہماک کو بھانپ لیا تھا۔ "دانیال بیٹا،" انہوں نے نرمی سے کہا، "کاروبار میں تمہاری کامیابی دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ لیکن زندگی صرف کاروبار

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

نہیں ہے۔ میں کچھ عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ تم خود کو بہت زیادہ تھکا رہے ہو۔ تم خوش نہیں ہو۔ کیا بات ہے؟"دانیال ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ وہ ان سے کچھ چھپا نہ سکا۔ اس نے انہیں منگنی ٹوٹنے کی ساری کہانی سنا دی اور وہ تصویر بھی دکھائی۔جناب اسلم نے تصویر کو غور سے دیکھا اور پھر دانیال کے چہرے کو۔ انہوں نے کوئی فوری ردِعمل نہیں دیا۔ پھر انہوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا، "بیٹا، میں ٹیکنالوجی کا ماہر تو نہیں، لیکن میں انسانوں کو پہچاننے کا تھوڑا بہت تجربہ رکھتا ہوں۔ تم نے اس لڑکی کو پسند کیا تھا، تم نے اس کے خاندان کو دیکھا تھا۔ کیا تمہارا دل واقعی یہ مانتا ہے کہ جس لڑکی کے باپ نے تمہیں سماجی فرق کی وجہ سے رشتہ دینے میں ہچکچاہٹ دکھائی، اس کی بیٹی کردار کی اتنی کمزور ہو گی؟"وہ رکے، اور پھر وہ بات کہی جس نے دانیال کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ "غصے میں کیے گئے فیصلے اکثر غلط ہوتے ہیں۔ اور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

جو رشتے شک کی بنیاد پر توڑے جائیں، ان کا پچھتاوا عمر بھر رہتا ہے۔ تم نے تصویر دیکھی، پیغام پڑھا، لیکن تم نے اس لڑکی کی آنکھوں میں موجود سچائی کو کیوں نہیں پڑھا جس دن تم اس کے گھر طوفان کی طرح گئے تھے؟" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ "میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دوں گا۔ فیصلہ تمہارا تھا۔ بس اتنا کہوں گا کہ سچائی کی تحقیق ضرور کر لینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب حقیقت کھلے تو معافی مانگنے کے لیے نہ وقت بچے، نہ رشتہ۔" جناب اسلم کے الفاظ دانیال کے دل میں اتر گئے۔ اس کی بے چینی اور بے قراری اب ایک نئی سمت اختیار کر رہی تھی۔ وہ اب تک حیا کے "دھوکے" پر پریشان تھا، لیکن اب اسے یہ خوف لاحق ہونے لگا تھا کہ کہیں اس نے خود تو کوئی ناقابلِ تلافی غلطی نہیں کر دی.... جناب اسلم کے الفاظ دانیال کے ذہن میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہے تھے۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ جب حقیقت کھلے تو معافی مانگنے کے لیے نہ وقت بچے،

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

نہ رشتہ۔" یہ جملہ اس کے اندر ایک طوفان برپا کر گیا تھا۔ اس کا ضمیر، جو اب تک غصے اور انا کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا، اب اسے بری طرح ملامت کرنے لگا تھا۔ اس نے پہلی بار جذبات کی عینک اتار کر حقائق کی نظر سے پورے معاملے پر غور کرنا شروع کیا۔ اسے یاد آیا کہ حیا پر شک کا پہلا بیج شہیر نے اس کے دل میں بویا تھا۔ پھر سارہ کی مسلسل طعنہ آمیز باتیں اور آخر میں وہ تصویر اور گمنام پیغام۔ اسے یہ سب کچھ اب ایک اتفاق نہیں، بلکہ ایک منظم سازش کی کڑیاں لگ رہا تھا۔ اسے اپنی جلد بازی پر شدید غصہ اور پچھتاوا ہونے لگا۔ اس نے حیا کو اپنی صفائی کا ایک موقع بھی نہیں دیا۔ وہ ایک جلاد کی طرح اس کے گھر گیا اور اس کی عزتِ نفس کو، اس کے خاندان کے وقار کو سرِعام پامال کر کے آگیا۔ یہ سوچ کر ہی اس کی روح کانپ گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اب چپ نہیں بیٹھے گا۔ وہ سچائی کی تہہ تک پہنچ کر رہے گا۔ اگر حیا واقعی قصوروار تھی، تو اس کا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

فیصلہ درست تھا۔ لیکن اگر وہ بے قصور نکلی... تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر پائے گا۔ اس کا پہلا قدم اس تصویر کی اصلیت معلوم کرنا تھا۔ اس نے اپنے ایک دوست سے رابطہ کیا جو سائبر سیکیورٹی اور ڈیجیٹل فرانزکس کا ماہر تھا۔ اس نے اسے وہ تصویر بھیجی اور کہا کہ وہ اس کی مکمل جانچ پڑتال کر کے بتائے کہ کیا یہ اصلی ہے یا اس میں کوئی رد و بدل کیا گیا ہے۔ اس کے دوست نے دو دن کا وقت لیا۔ یہ دو دن دانیال نے شدید کرب اور بے چینی میں گزارے۔ اسے ہر لمحہ لگتا جیسے وہ کسی عدالت کے فیصلے کا انتظار کر رہا ہے جو اس کی باقی زندگی کا تعین کرے گا۔ اسی دوران، اس نے شہیر اور سارہ کے رویے پر بھی غور کرنا شروع کیا۔ اسے یاد آیا کہ جب سے منگنی ٹوٹی تھی، شہیر نے ایک بار بھی اس کے سامنے حیا کا ذکر ہمدردی سے نہیں کیا تھا، بلکہ وہ ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ "اچھا ہوا یار، تم بچ گئے۔" اور سارہ... اس کی دانیال سے اچانک بڑھی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہوئی ہمدردی اور قربت اب اسے مصنوعی اور مطلب پرستانہ لگ رہی تھی۔ اسے وہ دن بھی یاد آیا جب شہیر نے اسے کیفے میں حیا کو دیکھنے کا قصہ سنایا تھا۔ اس نے شہیر سے اس کیفے کا نام اور وقت پوچھا، اس بہانے سے کہ اسے کچھ یاد آ رہا ہے۔ شہیر نے ہچکچاتے ہوئے جو تفصیلات بتائیں، وہ دانیال کو کچھ مشکوک لگیں۔ دو دن بعد، اس کے ماہر دوست کا فون آیا۔ اس کے الفاظ نے دانیال کے پیروں تلے سے رہی سہی زمین بھی کھینچ لی۔

"دانیال،" دوست نے سنجیدگی سے کہا، "یہ تصویر سو فیصد جعلی ہے۔ اسے بہت مہارت سے ایڈٹ کیا گیا ہے۔ لڑکی اور لڑکے کی تصاویر الگ الگ جگہوں سے لی گئی ہیں اور پھر انہیں ایک نئے بیک گراؤنڈ پر جوڑا گیا ہے۔ میں تمہیں اس کی مکمل ٹیکنیکل رپورٹ بھیج رہا ہوں۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

فون بند ہو گیا۔ دانیال وہیں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ اس کے کانوں میں کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سچائی... وہ سچائی جس سے وہ بھاگ رہا تھا، آج ایک خوفناک طوفان کی طرح اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ حیا بے قصور تھی۔ وہ بالکل بے قصور تھی۔ اور اس نے... اس نے ایک بے گناہ، معصوم لڑکی پر تاریخ کا سب سے گھناؤنا الزام لگایا تھا۔ اس نے اس کی محبت کو ہی نہیں، اس کے کردار کو بھی کچلا تھا۔ اس کے دل میں اپنے لیے شدید نفرت اور حقارت پیدا ہوئی۔ وہ اٹھا اور آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ اسے اپنا چہرہ کسی درندے کا چہرہ لگا۔ "میں نے یہ کیا کر دیا؟" وہ اپنے عکس پر چیخا۔ "میں نے اس کی زندگی برباد کر دی۔" اس کا ذہن اب پوری طرح صاف ہو چکا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب شہیر اور سارہ کی مل کر کھیلی گئی ایک گھناؤنی چال

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تھی۔ انہوں نے اس کے جذبات سے کھیلا، اس کے بھروسے کا قتل کیا اور اسے ایک معصوم لڑکی کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

اس کا دل انتقام کی آگ سے جلنے لگا، لیکن اس سے بھی بڑھ کر اس کے اندر پچھتاوے اور ندامت کی ایک ایسی آگ بھڑک رہی تھی جو شاید کبھی بجھنے والی نہیں تھی۔اب اس کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک، اپنی غلطی کو تسلیم کرنا، مجرموں کو بے نقاب کرنا اور حیا سے معافی مانگنا، چاہے اس کی کوئی امید نہ ہو۔ دوسرا، اپنی انا کی خاطر خاموش رہنا اور اس بوجھ کے ساتھ ساری زندگی گزارنا۔اس نے پہلا راستہ چننے کا فیصلہ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بہت مشکل ہو گا، شاید ناممکن بھی۔ لیکن سچ کا سامنا کرنا اب اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن چکا تھا۔جس وقت دانیال سچائی کی تلاش میں پہلا قدم اٹھا رہا تھا، اسی وقت قسمت ایک اور جگہ سے بھی اپنا کھیل کھیل رہی تھی۔ انور علی صاحب کے گھر میں حیا نے خود کو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

حالات کے سپرد کر دیا تھا، لیکن اس کی چھوٹی بہن علیزے کے دل میں لگی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنی بہن کی بے گناہی پر صدقِ دل سے یقین رکھتی تھی اور اس کی خاموش اذیت اس سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس کے دل میں یہ عزم تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن اپنی بہن پر لگے اس جھوٹے الزام کا داغ دھو کر رہے گی۔ علیزے اپنی بہن کے برعکس زیادہ شوخ، عملی اور دنیا دار تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ صرف دعاؤں اور صبر پر اکتفا نہیں کرے گی، بلکہ خود اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ اس کا پہلا شک اس تصویر پر تھا۔ اس نے حیا سے اس لڑکے، کاشف، کے بارے میں پوچھا۔ حیا نے بتایا کہ وہ صرف ایک کلاس فیلو ہے اور اس کا اس سے نوٹس کے علاوہ کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ علیزے نے حیا سے کاشف کا فون نمبر لیا، اس بہانے سے کہ اسے یونیورسٹی کے کسی پراجیکٹ کے سلسلے میں مدد درکار ہے۔ علیزے نے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک طالبہ کے روپ میں کاشف سے رابطہ کیا۔ کاشف، جو اپنی پڑھائی میں مگن ایک سیدھا سادھا لڑکا تھا، اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ اس کی تصویر کا اس طرح غلط استعمال کیا گیا ہے۔ علیزے نے باتوں باتوں میں اس سے یونیورسٹی کی سرگرمیوں اور دوستوں کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔چند دن کی بات چیت کے بعد، جب کاشف اس سے کافی حد تک بے تکلف ہو گیا، تو علیزے نے ہمت کر کے اس سے پوچھا، "کاشف، کیا آپ حیا نور کو جانتے ہیں؟ وہ بھی آپ کی کلاس میں ہیں؟"کاشف نے فوراً جواب دیا، "ہاں، حیا کو کون نہیں جانتا۔ وہ ہماری کلاس کی سب سے لائق اور مہذب لڑکی ہے۔ بہت کم گو ہیں، لیکن جب بھی کسی کو مدد کی ضرورت ہو تو کبھی انکار نہیں کرتیں۔"

"اچھا؟" علیزے نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ "سنا ہے آپ دونوں کی بہت اچھی دوستی ہے؟"یہ سن کر کاشف چونک گیا۔ "کس نے کہا آپ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سے؟ نہیں تو۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ میری بہت اچھی کلاس فیلو ہیں، بالکل بہنوں کی طرح۔ دوستی تو دور کی بات، ہماری تو کلاس کے باہر کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔" یہ سن کر علیزے کا شک یقین میں بدل گیا۔ اس نے سوچا کہ اگر کاشف سچ بول رہا ہے (اور اس کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ وہ سچ ہی بول رہا ہے)، تو پھر وہ تصویر کہاں سے آئی؟ اب اس کا اگلا قدم زیادہ خطرناک تھا۔ اس نے وہ جعلی تصویر کاشف کو بھیجی اور ایک کہانی گھڑی۔ اس نے لکھا، "کاشف، میری ایک دوست نے مجھے یہ تصویر بھیجی ہے اور وہ کہہ رہی ہے کہ آپ دونوں کا کوئی چکر چل رہا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ میں صرف تصدیق کرنا چاہتی تھی۔" تصویر دیکھ کر کاشف کے ہوش اڑ گئے۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ غصے اور حیرت سے پاگل ہو گیا۔ اس نے فوراً علیزے کو فون کیا۔ "یہ کیا مذاق ہے؟ یہ تصویر کہاں سے آئی آپ کے پاس؟ یہ سراسر جھوٹ ہے! فوٹوشاپ کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہوئی ہے۔ میں آج تک حیا کے ساتھ اس طرح اکیلے کہیں نہیں بیٹھا۔ کوئی میرے اور ایک شریف لڑکی کے کردار کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" اس کے ردِ عمل نے علیزے کے سامنے ساری حقیقت کھول کر رکھ دی۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ سازش کی کس نے؟ اس کا ذہن فوراً دانیال کے خاندان کی طرف گیا۔ اسے لگا کہ شاید یہ کام ان لوگوں کا ہے جو اس رشتے سے خوش نہیں تھے۔ علیزے نے کاشف کو تسلی دی اور کہا کہ وہ بھی یہی سمجھتی ہے کہ یہ تصویر جھوٹی ہے اور وہ صرف سچائی جاننا چاہتی تھی۔ کاشف نے اس سے درخواست کی کہ اگر اسے اس سازش کے بارے میں کچھ بھی پتا چلے تو وہ اسے ضرور بتائے تاکہ وہ بھی اپنی عزت پر لگے داغ کے خلاف کوئی کاروائی کر سکے۔ علیزے کے ہاتھ میں اب ایک ٹھوس ثبوت آ چکا تھا — کاشف کی گواہی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ گواہی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دانیال جیسے مغرور شخص کے سامنے شاید کافی نہ ہو، لیکن یہ سچائی کی طرف پہلا اور سب سے اہم قدم تھا۔ اس نے یہ ساری بات اپنی دوست زویا کو بتائی۔ زویا نے اسے مشورہ دیا کہ وہ ابھی یہ بات حیا یا گھر میں کسی اور کو نہ بتائے، ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گے اور شاید اسے مزید کچھ کرنے سے روک دیں۔ علیزے نے فیصلہ کیا کہ وہ خاموشی سے مزید ثبوت اکٹھے کرے گی۔ اس کے دل میں ایک ننھی سی امید جاگی تھی کہ شاید وہ اپنی بہن کی کھوئی ہوئی عزت اور خوشیاں واپس دلا سکے۔ وہ ایک چھوٹی سی جاسوس بن چکی تھی جس کا مشن انصاف حاصل کرنا تھا۔ سچائی جاننے کے بعد دانیال کے اندر انتقام اور پچھتاوے کی آگ بھڑک رہی تھی۔

اسے سب سے زیادہ غصہ شہیر پر تھا، جسے وہ اپنا بہترین دوست، اپنا بھائی سمجھتا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ سیدھا جا کر اس کا گریبان پکڑے اور اسے اس کی گھٹیا حرکت کی سزا دے۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ شہیر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک شاطر اور مکار انسان ہے، وہ آسانی سے اپنی غلطی تسلیم نہیں کرے گا بلکہ کوئی نئی کہانی گھڑ لے گا۔ اسے رنگے ہاتھوں پکڑنے کے لیے ایک ٹھوس ثبوت کی ضرورت تھی۔اس نے اپنے آپ کو بالکل نارمل ظاہر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے شہیر کو فون کیا اور ہمیشہ کی طرح دوستانہ لہجے میں کہا، "یار شہیر، بہت دن ہو گئے ملے نہیں۔ آج رات ڈنر پر ملتے ہیں۔ اسی پرانے کلب میں۔" شہیر، جو اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ اس کا کھیل ختم ہونے والا ہے، فوراً راضی ہو گیا۔ اسے لگا کہ دانیال شاید حیا کے صدمے سے باہر آ رہا ہے اور اب وہ اسے سارہ کے لیے قائل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔رات کو جب وہ کلب میں ملے تو دانیال نے جان بوجھ کر ماحول کو بہت خوشگوار رکھا۔ اس نے بزنس کی باتیں کیں، پرانے دوستوں کو یاد کیا اور ظاہر کیا کہ وہ اب "اس قصے" کو بھول کر آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ "تم ٹھیک کہتے تھے یار،" دانیال نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا،

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"اچھا ہوا میں اس لڑکی کے چنگل سے نکل آیا۔ سارہ ٹھیک ہی کہتی تھی، وہ ہمارے اسٹیٹس کی تھی ہی نہیں۔" یہ سن کر شہیر کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک ابھری۔ اسے لگا کہ اس کا زہر پوری طرح کام کر چکا ہے۔

اس نے بھی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا، "میں نے تو تمہیں پہلے ہی خبردار کیا تھا۔ لیکن تم تو محبت میں اندھے ہو رہے تھے۔ خیر، دیر آید درست آید۔ اب سب ٹھیک ہے۔ سارہ ایک بہترین لڑکی ہے، تمہارے لیے بالکل پرفیکٹ۔" دانیال دل ہی دل میں اس کی منافقت پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا، لیکن اس نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھی۔ اس نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا، "ویسے یار، میں آج تک حیران ہوں کہ وہ تصویر اور پیغام مجھے کس نے بھیجا ہو گا۔ جو بھی تھا، میرا 'خیر خواہ' ہی تھا۔ اس نے میری آنکھیں کھول دیں۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

شہیر کو لگا کہ اب اپنی کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنے کا بہترین موقع ہے۔ اس کے نشے میں چور دماغ نے اسے مزید محتاط رہنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نے سینے پر ہاتھ مار کر فخریہ انداز میں کہا، "یار، دوست کس دن کام آتے ہیں؟ سچ کہوں... تو وہ 'خیر خواہ' میں ہی تھا۔"

دانیال نے یہ سن کر چونکنے کی اداکاری کی۔ "کیا؟ تم تھے؟"

"ہاں،" شہیر نے اپنی کامیابی کے نشے میں سب کچھ اگلنا شروع کر دیا۔ "دراصل سارہ بہت پریشان تھی۔ وہ تمہیں اس لڑکی کے چنگل سے بچانا چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے مدد مانگی۔ ہم دونوں نے مل کر یہ منصوبہ بنایا۔ وہ تصویر بنوانے میں کتنی محنت لگی، یہ تو بس میں ہی جانتا ہوں۔ لیکن آخر کار، میری محنت رنگ لائی اور تم ایک بہت بڑی مصیبت سے بچ گئے۔" وہ بولتا جا رہا تھا اور دانیال خاموشی سے سب کچھ ریکارڈ کر رہا تھا۔ اس نے میز پر اپنا فون اس طرح رکھا تھا کہ اس کا ریکارڈر آن تھا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اور وہ شہیر کی ہر بات کو قید کر رہا تھا۔"اور وہ کیفے والا قصہ؟" دانیال نے آخری تصدیق کے لیے پوچھا۔

"وہ تو بس تمہیں شک میں ڈالنے کے لیے ایک چھوٹی سی کہانی تھی،" شہیر ہنستے ہوئے بولا۔ "اصل کمال تو وہ تصویر تھی۔ ایک تصویر نے سارا کھیل ہی ختم کر دیا۔"دانیال کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ مٹھیاں بن چکے تھے اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ابھی اسی وقت شہیر کا منہ توڑ دے۔ لیکن اس نے خود پر قابو رکھا۔ اس کے پاس اب دنیا کا سب سے بڑا ثبوت تھا — مجرم کا اپنا اعترافی بیان۔اس نے فون اٹھایا، ریکارڈنگ محفوظ کی اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر اب کوئی مسکراہٹ نہیں تھی، بلکہ برف جیسی سرد مہری اور آنکھوں میں دہکتی ہوئی نفرت تھی۔ "شکریہ شہیر،" اس نے ایسی آواز میں کہا جو زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ "تم نے آج مجھے دوستی کا اصل مطلب سمجھا دیا۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

شہیر نے اس کے لہجے کی تبدیلی کو محسوس کیا۔ "کیا... کیا مطلب؟"

"مطلب تمہیں بہت جلد سمجھ آ جائے گا۔" یہ کہہ کر دانیال وہاں سے نکل گیا۔ شہیر وہیں بیٹھا اس کی پشت کو دیکھتا رہا۔ اس کے نشے میں دھت ذہن کو پہلی بار خطرے کا احساس ہوا۔ اسے لگا جیسے اس نے کچھ زیادہ ہی بول دیا ہے۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ دانیال کلب سے سیدھا سارہ کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آج رات وہ ان دونوں منافقوں کا پردہ پوری دنیا کے سامنے فاش کر دے گا۔ ایک طوفان تھا جو اس نے حیا کے گھر برپا کیا تھا، اور ایک طوفان آج وہ اپنے "اپنوں" کے گھر برپا کرنے والا تھا۔ شہیر کا اعتراف سننے کے بعد دانیال سیدھا اپنے گھر پہنچا۔ اس کا چہرہ غصے اور پچھتاوے کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنے والد، حسین فاروقی، اور والدہ، صبیہ بیگم کو فوری طور پر لاؤنج میں آنے کو کہا۔ اس کے لہجے کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سختی اور آواز کی گرج نے انہیں پریشان کر دیا۔جب وہ دونوں لاؤنج میں آئے تو دانیال نے سارہ کو بھی فون کر کے فوراً وہاں پہنچنے کا حکم دیا۔

سارہ، جو اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے، خوشی خوشی تیار ہونے لگی کہ شاید دانیال اسے کوئی خوشخبری سنانے والا ہے۔

اس کے والدین کے سامنے، دانیال نے اپنا فون اسپیکر پر رکھا اور شہیر کی ریکارڈ کی گئی گفتگو چلا دی۔

"یار، دوست کس دن کام آتے ہیں؟ سچ کہوں... تو وہ 'خیر خواہ' میں ہی تھا۔"

..."سارہ بہت پریشان تھی۔ ہم دونوں نے مل کر یہ منصوبہ بنایا۔"

..."وہ تصویر بنوانے میں کتنی محنت لگی"...

..."وہ کیفے والا قصہ؟ وہ تو بس تمہیں شک میں ڈالنے کے لیے ایک چھوٹی سی کہانی تھی"... جیسے جیسے ریکارڈنگ آگے بڑھتی گئی، حسین فاروقی اور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

صبیحہ بیگم کے چہروں کے رنگ بدلتے گئے۔ صبیحہ بیگم نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا، ان کی آنکھوں میں شدید دکھ اور بے یقینی تھی۔ حسین فاروقی، جو ہمیشہ اپنی سماجی حیثیت اور خاندانی وقار پر فخر کرتے تھے، ساکت بیٹھے تھے، ان کا چہرہ شرمندگی اور غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کی اپنی بھتیجی اور ان کے بیٹے کا بہترین دوست اتنی گھٹیا حرکت کر سکتے ہیں۔ ریکارڈنگ ختم ہوئی تو لاؤنج میں ایک قبرستان جیسی خاموشی چھا گئی۔ اسی وقت سارہ ہنستی مسکراتی ہوئی وہاں داخل ہوئی۔

"ارے واہ! سب یہیں جمع ہیں۔ کیا بات ہے بھائی؟" دانیال نے نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ "بات یہ ہے سارہ، کہ تمہارا اور تمہارے ساتھی کا گھناؤنا کھیل ختم ہو چکا ہے۔" اس نے فون اس کی طرف اچھالا۔ "سنو اسے! اور اپنی فتح کا جشن مناؤ۔" سارہ نے کانپتے ہاتھوں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سے فون اٹھایا اور ریکارڈنگ کا کچھ حصہ سنتے ہی اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور وہ وہیں صوفے پر گر پڑی۔ "یہ... یہ سب جھوٹ ہے... شہیر جھوٹ بول رہا ہے... پھپھو، انکل، آپ میری بات کا یقین کریں..." وہ ہکلانے لگی۔

"خاموش!" حسین فاروقی پہلی بار اپنی بھتیجی پر گرجے۔ "ایک لفظ بھی مت بولنا! مجھے شرم آ رہی ہے تمہیں اپنی بھتیجی کہتے ہوئے۔ تم نے ہماری عزت خاک میں ملا دی۔ ایک معصوم لڑکی کے کردار پر کیچڑ اچھالا، میرے بیٹے کو گمراہ کیا... کس لیے؟ صرف اپنے حسد اور اپنی انا کی تسکین کے لیے؟" صبیحہ بیگم رو رہی تھیں۔ "سارہ، میں نے تمہیں اپنی بیٹی سمجھا تھا۔ اور تم نے... تم نے میرے ہی بیٹے کا گھر برباد کرنے کی کوشش کی؟"

دانیال خاموش کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل میں ان لوگوں کے لیے اب غصہ بھی نہیں بچا تھا، صرف نفرت اور حقارت تھی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

لیکن پھر اس کی نظر اپنے آپ پر گئی۔ وہ ان لوگوں کو تو قصوروار ٹھہرا رہا تھا، لیکن سب سے بڑا مجرم تو وہ خود تھا۔ اس نے ان کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کیا۔ اس نے اپنی محبت پر، حیا کی سچائی پر بھروسہ نہیں کیا۔ اگر وہ تھوڑی سی بھی عقل استعمال کرتا، تھوڑی سی بھی تحقیق کرتا، تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ یہ احساس ہوتے ہی اس کے اندر کا سارا غصہ ایک شدید، ناقابلِ برداشت ندامت میں بدل گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے حیا کا آنسوؤں سے بھرا، بے بسی کی تصویر بنا چہرہ گھوم گیا۔ اسے اپنے کہے ہوئے الفاظ یاد آئے: "مجھے نفرت ہو رہی ہے خود سے"...

اسے واقعی آج خود سے نفرت ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے، جو کبھی غرور اور غصے سے بھری رہتی تھیں، آج ندامت کے آنسو بہنے لگے۔ وہ وہیں گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا۔ "امی... بابا... سب سے بڑا مجرم میں ہوں۔" اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔ "میں نے... میں نے حیا پر ظلم کیا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہے۔ میں نے ایک بے گناہ کی عزت کو سرِ بازار اچھالا ہے۔ میں نے اس کے باپ کے وقار کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں نے اس کی محبت کا قتل کیا ہے۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔" وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ صبیحہ بیگم نے آگے بڑھ کر اپنے بیٹے کو سہارا دیا۔ انہوں نے آج تک دانیال کو اس طرح ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

حسین فاروقی بھی اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر پگھل گئے۔ ان کی ساری سختی، سارا غرور بہہ گیا۔ انہیں بھی اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ انہوں نے بھی بغیر تحقیق کیے فوراً نتیجہ اخذ کر لیا تھا اور اپنے بیٹے کو غلط فیصلے پر اکسایا تھا۔ اس رات فاروقی مینشن کے مکینوں پر سچائی کا بوجھ پہاڑ بن کر ٹوٹا تھا۔ سارہ کو اس کے والدین کے حوالے کر دیا گیا اور حسین فاروقی نے اپنے بھائی سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ شہیر کے خلاف دانیال نے فراڈ اور ہتکِ عزت کا مقدمہ دائر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن یہ سب بیرونی اقدامات تھے۔ اصل طوفان تو دانیال کے اندر برپا تھا۔ اسے اب صرف ایک ہی فکر کھائے جا رہی تھی — وہ حیا کا سامنا کیسے کرے گا؟ وہ کس منہ سے اس سے معافی مانگے گا؟ کیا معافی اس کے زخموں کو بھر سکتی تھی؟ اسے معلوم تھا کہ اس کا راستہ بہت مشکل ہے۔ ندامت کے یہ آنسو تو صرف شروعات تھے۔ اصل امتحان تو ابھی باقی تھا۔ اگلی صبح دانیال کے لیے ایک قیامت بن کر طلوع ہوئی۔ رات بھر وہ ایک پل بھی سو نہیں سکا تھا۔ اس کا ضمیر اسے مسلسل کچوکے لگا رہا تھا۔ حیا کا معصوم چہرہ، اس کے آنسو اور اس کے والد کی باوقار خاموشی، کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جو زخم لگائے ہیں، وہ اتنی آسانی سے بھرنے والے نہیں۔ اس نے ایک فیصلہ کیا۔ وہ مزید ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرے گا۔ وہ آج ہی، اسی وقت حیا کے گھر جائے گا اور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اپنی غلطی کا اعتراف کرے گا، چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو۔ چاہے اسے دھتکار دیا جائے، چاہے اس کی تذلیل ہو، وہ ہر سزا بھگتنے کو تیار تھا۔

صبیحہ بیگم نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ "بیٹا، ابھی مت جاؤ۔ وہ لوگ بہت تکلیف میں اور غصے میں ہوں گے۔ انہیں کچھ وقت دو۔"

"نہیں امی،" دانیال نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے انہیں تکلیف دینے میں ایک لمحہ نہیں لگایا تھا، تو اب معافی مانگنے میں تاخیر کیوں کروں؟ مجھے اس بوجھ سے نجات چاہیے۔ مجھے ان کا سامنا کرنا ہی ہو گا۔" وہ تیار ہوا، لیکن آج اس کے لباس میں وہ پہلی جیسی شان و شوکت نہیں تھی، نہ چہرے پر وہ غرور تھا۔ آج وہ ایک مجرم کی طرح سر جھکائے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے جا رہا تھا۔ جب اس کی گاڑی حیا کی گلی میں داخل ہوئی تو اسے ہر چیز بدلی ہوئی لگی۔ وہی گلی، وہی گھر، لیکن آج اسے یہاں آتے ہوئے شرمندگی اور خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دروازے پر دستک دی۔دروازہ علیزے نے کھولا۔ دانیال کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر اس کے چہرے پر شدید غصے اور نفرت کے تاثرات ابھرے۔ "تم! تمہاری ہمت کیسے ہوئی دوبارہ یہاں آنے کی؟ کیا ابھی تمہارا دل نہیں بھرا ہماری تذلیل کر کے؟"

"علیزے، پلیز... مجھے انور انکل سے ملنا ہے۔" دانیال کی آواز میں التجا تھی۔

"وہ تم سے نہیں ملنا چاہتے! چلے جاؤ یہاں سے، اس سے پہلے کہ میں محلے والوں کو اکٹھا کر لوں!" علیزے کا غصہ جائز تھا۔ان کی اونچی آواز سن کر انور علی صاحب خود باہر آ گئے۔ دانیال کو دیکھ کر ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا۔ ان کا چہرہ سپاٹ اور لہجہ ٹھہرا ہوا تھا۔ "آنے دو اسے اندر، علیزے۔"دانیال سر جھکائے ایک مجرم کی طرح ان کے پیچھے اندر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

داخل ہوا۔ وہی چھوٹا سا، صاف ستھرا ڈرائنگ روم جہاں وہ پہلی بار رشتے کی بات کرنے آیا تھا، آج اسے کسی عدالت کی طرح لگ رہا تھا۔

انور علی صاحب اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور انہوں نے دانیال کو بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا۔ وہ خاموش کھڑا رہا، اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ نظر اٹھا کر ان کا سامنا کر سکے۔ آخر کار، انور علی صاحب کی پرسکون لیکن گہری آواز نے خاموشی کو توڑا۔ "کہیے، آج کیسے آنا ہوا؟ کوئی نیا الزام لائے ہیں میری بیٹی کے لیے؟" ان کے لہجے کا طنز دانیال کے دل میں چھید کر گیا۔ اس نے ہمت جمع کی اور نظریں اٹھائے بغیر بولنا شروع کیا۔

"انکل... میں... میں یہاں کوئی الزام لگانے نہیں، بلکہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے آیا ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ "مجھ سے غلطی نہیں... مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ میں نے آپ کی بیٹی پر، حیا پر... ایک جھوٹا اور گھناؤنا الزام لگایا۔" اس نے جیب سے فون نکالا اور شہیر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کی ریکارڈنگ ان کے سامنے میز پر رکھ دی۔ "یہ ثبوت ہے کہ مجھے گمراہ کیا گیا تھا، مجھے بہکایا گیا تھا۔ لیکن... لیکن میں اپنی ذمہ داری سے بھاگ نہیں رہا۔ سب سے بڑا قصوروار میں خود ہوں۔ میں اندھا ہو گیا تھا، میں نے شک کو محبت پر حاوی ہونے دیا۔ میں نے تحقیق کیے بغیر، آپ کی بیٹی کو اپنی صفائی کا موقع دیے بغیر... اسے مجرم قرار دے دیا۔" وہ رو پڑا۔ "میں نے صرف اس کا دل نہیں توڑا، میں نے آپ لوگوں کی عزت کو، آپ کے وقار کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں دنیا کا سب سے برا انسان ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میری غلطی ناقابلِ معافی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ معافی مانگنے سے آپ کے زخم نہیں بھریں گے۔ لیکن... لیکن میں آپ سے بھیک مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کر دیں... پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ وہیں انور علی صاحب کے قدموں میں گر پڑا۔ انور علی صاحب ساکت بیٹھے رہے۔ انہوں نے ریکارڈنگ سنی، اور دانیال کے اعتراف کو بھی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سنا۔ ان کے چہرے کے تاثرات اب بھی ناقابلِ فہم تھے۔ حیا، جو دوسرے کمرے کے دروازے کی اوٹ میں کھڑی یہ سب کچھ سن رہی تھی، اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا مغرور اور خودسر انسان آج اس طرح ٹوٹ کر اپنی غلطی مان رہا ہے۔

دانیال کچھ دیر ان کے قدموں میں پڑا روتا رہا۔ پھر انور علی صاحب نے ایک گہری سانس لی اور بولے۔ ان کی آواز میں اب طنز نہیں، بلکہ ایک باپ کا درد اور ایک اصول پرست انسان کا وقار تھا۔ انور علی صاحب نے دانیال کو قدموں میں گرا دیکھ کر اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ ان کے چہرے پر اب بھی وہی سنجیدگی اور متانت قائم تھی۔ "اٹھو نوجوان! میرے گھر میں کسی کو کسی کے قدموں میں گرنے کی اجازت نہیں۔ عزت اور ذلت دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔" دانیال آنسو بھری آنکھوں اور جھکے ہوئے سر کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ انور علی صاحب

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

نے ٹھہرے ہوئے اور نپے تلے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ان کی آواز میں غصہ نہیں، بلکہ ایک گہری مایوسی اور درد تھا۔ "تم نے سچائی کا اعتراف کیا، اپنی غلطی مانی۔ یہ ہمت کا کام ہے۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں۔ اور جہاں تک تمہیں معاف کرنے کی بات ہے... تو ہاں، میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔" یہ سن کر دانیال کی آنکھوں میں امید کی ایک ہلکی سی کرن چمکی۔ لیکن انور علی صاحب نے فوراً اپنی بات مکمل کی۔ "میں تمہیں اس لیے معاف کرتا ہوں کیونکہ معاف کرنا اللہ کو پسند ہے اور میں اپنے دل میں کسی کے لیے بوجھ لے کر نہیں جینا چاہتا۔ میں نے تمہیں اس اذیت کے لیے معاف کیا جو تم نے ہمیں دی، اس ذلت کے لیے جو ہمیں اٹھانی پڑی۔ لیکن"...وہ ایک لمحے کے لیے رکے اور ان کا لہجہ مزید سنجیدہ ہو گیا۔ "لیکن اس رشتے کا فیصلہ اب میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔" دانیال نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔ "انکل... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

"میں وہی کہہ رہا ہوں جو سچ ہے۔" انور علی صاحب نے وضاحت کی۔

"جب میں نے تمہیں اپنی بیٹی کا ہاتھ دیا تھا، تو میں نے یہ سوچ کر دیا تھا کہ تم اس کی عزت اور اس کے اعتماد کی حفاظت کرو گے۔ تم نے اس اعتماد کو توڑا۔ تم نے صرف میری بیٹی پر شک نہیں کیا، تم نے میری تربیت پر، میرے دیے ہوئے اصولوں پر شک کیا ہے۔" انہوں نے اپنی بات جاری رکھی، "تم نے جس چیز کو توڑا ہے، وہ کوئی شیشے کا گلاس نہیں تھا جسے جوڑا جا سکے۔ تم نے ایک لڑکی کا مان توڑا ہے، اس کی محبت کا بھرم توڑا ہے۔ اس کے دل پر جو زخم لگے ہیں، ان کا مداوا میری معافی نہیں کر سکتی۔" وہ اٹھے اور کمرے میں ٹہلنے لگے۔ "تمہیں شاید اندازہ بھی نہیں ہے کہ ان پچھلے چند مہینوں میں میری بیٹی کس کرب سے گزری ہے۔ وہ زندہ لاش بن گئی تھی۔ اس نے ہنسنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کا اپنی ذات پر سے بھی اعتبار اٹھ گیا تھا۔ میں نے، اس کے باپ نے، اسے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ٹوٹ کر بکھرتے اور پھر خود کو کرچی کرچی جوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔" ان کی آواز میں ایک باپ کا درد صاف جھلک رہا تھا۔ "اب وہ اس صدمے سے نکلی ہے، اس نے اپنی زندگی کو ایک نیا راستہ دیا ہے۔ اس نے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھ لیا ہے۔ میں اب دوبارہ اسے اسی اذیت میں مبتلا نہیں کر سکتا۔" انہوں نے رک کر دانیال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا حتمی فیصلہ سنایا۔

"اس لیے، اس رشتے کا حتمی فیصلہ اب صرف اور صرف حیا کرے گی۔"

"ظلم اس کے ساتھ ہوا ہے، دل اس کا ٹوٹا ہے، اور کردار پر انگلی اس کے اٹھی ہے۔ اس لیے یہ حق بھی صرف اسی کا ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کیا وہ اس شخص پر دوبارہ اعتبار کر سکتی ہے جس نے ایک لمحے میں اسے غیروں کی طرح ٹھکرا دیا تھا؟ کیا وہ اس شخص کے ساتھ اپنی پوری

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

زندگی گزار سکتی ہے جس نے شک کی بنیاد پر اس کی محبت کو رد کر دیا تھا؟"

"میں اس پر کوئی دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ اس کا جو بھی فیصلہ ہو گا، چاہے وہ ہاں ہو یا نہ، مجھے اور میرے پورے خاندان کو قبول ہو گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔ میں اس سے بات کروں گا اور اس کے فیصلے سے تمہیں آگاہ کر دیا جائے گا۔" انور علی صاحب کے ان الفاظ نے دانیال پر ایک اور قیامت ڈھا دی۔ وہ اس امید پر آیا تھا کہ شاید بزرگ معاف کر دیں گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے تو فیصلہ اس عدالت میں بھیج دیا تھا جہاں کا وہ سب سے بڑا مجرم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حیا کے دل پر اس نے جو زخم لگائے ہیں، ان کے بعد اس کا معاف کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس کا دل ڈوبنے لگا، لیکن وہ انور علی صاحب کے فیصلے کی منطق اور انصاف کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ ایک لفظ بھی کہے بغیر، ایک ہارے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہوئے جواری کی طرح سر جھکا کر اس گھر سے نکل گیا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ زندگی کے سب سے مشکل امتحان میں بیٹھنے والا ہے، اور اس کا نتیجہ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جسے وہ پہلے ہی ناکام کر چکا تھا۔

دانیال کے جانے کے بعد، انور علی صاحب اپنی بیٹی کے کمرے میں گئے۔ حیا جائے نماز پر بیٹھی تھی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔ اس نے دروازے کی اوٹ سے سب کچھ سنا تھا، اپنے باپ کا وقار بھی اور دانیال کا اعتراف بھی۔ اس کا دل ایک عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔

انور علی صاحب اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "بیٹا، تم نے سب کچھ سن لیا۔" حیا نے روتے ہوئے سر ہلایا۔

"اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔" انور علی صاحب نے نرمی سے کہا۔ "میں نے اسے معاف کر دیا، لیکن میں نے تمہاری زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق اس سے اور خود سے، دونوں سے چھین لیا ہے۔ یہ حق صرف تمہارا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہے۔"انہوں نے اپنی بیٹی کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا، "بیٹا، کسی دباؤ میں آئے بغیر فیصلہ کرنا۔ اپنے دل کی بھی سننا اور اپنے دماغ کی بھی۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم اس شخص پر دوبارہ بھروسہ نہیں کر سکتیں، اگر تمہیں لگتا ہے کہ یہ زخم کبھی نہیں بھرے گا، تو صاف انکار کر دینا۔ تمہارا باپ تمہارے ساتھ کھڑا ہو گا اور دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجبور نہیں کر سکتی۔ تمہاری خوشی اور عزت سے بڑھ کر میرے لیے کچھ نہیں۔"پھر انہوں نے ایک گہری سانس لی۔ "اور اگر... اگر تمہارا دل اسے معاف کرنے پر راضی ہو جائے... اگر تمہیں اس کی ندامت میں سچائی نظر آئے... اور تمہیں لگے کہ وہ بدل گیا ہے اور آئندہ تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائے گا... تو اپنے دل کو مت روکنا۔ معاف کر دینا بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ لیکن یہ فیصلہ صرف اور صرف تمہارا ہو گا۔"یہ کہہ کر وہ اسے سوچنے کے لیے اکیلا چھوڑ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔حیا کے لیے یہ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

زندگی کا سب سے کٹھن امتحان تھا۔ اس کا ذہن ماضی کے زخموں کی یاد دلا رہا تھا۔ اسے وہ دن یاد آیا جب دانیال طوفان کی طرح اس کے گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس کے وہ نفرت بھرے الفاظ، وہ بے یقینی بھری آنکھیں... اسے اپنی بے بسی، اپنے آنسو اور اپنے خاندان کی تذلیل، سب کچھ یاد آرہا تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ جس شخص نے ایک بار اعتبار توڑا، وہ دوبارہ بھی توڑ سکتا ہے۔ جس نے ایک جھوٹی تصویر پر یقین کر لیا، وہ کل کو کسی اور جھوٹ پر بھی یقین کر سکتا ہے۔ کیا وہ ساری زندگی اس خوف کے سائے میں گزار سکتی تھی لیکن پھر اس کا دل کچھ اور کہہ رہا تھا۔ اسے دانیال کی ندامت، اس کے آنسو اور اس کا ٹوٹا ہوا وجود بھی یاد آرہا تھا۔ وہ شخص جو غرور اور خود اعتمادی کا پیکر تھا، آج ایک مجرم کی طرح اس کے والد کے قدموں میں گرا ہوا تھا۔ کیا اس کی ندامت جھوٹی ہو سکتی تھی؟ کیا ایک انسان کو اپنی غلطی سدھارنے کا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ایک موقع نہیں ملنا چاہیے اس نے اپنے والد کی تربیت کو یاد کیا۔ انہوں نے ہمیشہ سکھایا تھا کہ انتقام لینے سے بہتر معاف کرنا ہوتا ہے۔ اور محبت... کیا اس کے دل میں دانیال کے لیے محبت واقعی مر چکی تھی؟ اس نے خود سے سوال کیا۔ جواب نفی میں تھا۔ نفرت اور دکھ کی راکھ کے نیچے، کہیں نہ کہیں محبت کی ایک چنگاری ابھی بھی سلگ رہی تھی۔ وہ ساری رات اسی کشمکش میں جاگتی رہی۔ وہ کبھی ماضی کی تکلیف کو یاد کر کے انکار کا سوچتی، اور کبھی دانیال کی سچی ندامت کو دیکھ کر معاف کرنے کا ارادہ کرتی۔ اس کی جنگ اپنے آپ سے تھی۔ اس کے ایک طرف اس کی ٹوٹی ہوئی عزتِ نفس تھی اور دوسری طرف اس کا نرم دل جو کسی کو تکلیف میں دیکھ کر پگھل جاتا تھا۔ صبح کی اذان کی آواز نے اس کی سوچوں کا سلسلہ توڑا۔ وہ اٹھی، وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ اس نے رو رو کر اللہ سے دعا کی۔ اس نے اپنے رب سے رہنمائی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

مانگی۔ "اے میرے اللہ! تو دلوں کے حال جانتا ہے۔ میرے لیے جو بہتر ہے، وہ فیصلہ میرے دل میں ڈال دے۔ مجھے ہمت دے کہ میں صحیح فیصلہ کر سکوں۔" نماز پڑھنے کے بعد اس کے دل کو ایک عجیب سا سکون محسوس ہوا۔ اس کے ذہن سے شش و پنج کے بادل چھٹ چکے تھے۔

اس کی آنکھوں میں ایک نئی روشنی اور چہرے پر ایک پرسکون عزم تھا۔

اس نے اپنا فیصلہ کر لیا تھا۔ ایک ایسا فیصلہ جو نہ صرف اس کی، بلکہ کئی اور لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہونے والا تھا۔ صبح ناشتے کی میز پر غیر معمولی خاموشی تھی۔ انور علی صاحب، رضوانہ بیگم اور علیزے، سبھی حیا کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن اس کے پرسکون تاثرات سے کچھ بھی اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر لیا ہے، اور وہ سب احتراماً اس کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ناشتے کے بعد، حیا خود اپنے والد کے پاس آئی، جہاں وہ صحن میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔

"ابا جان،" اس نے دھیرے سے پکارا۔

انور علی صاحب نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"جی بیٹا۔"

"میں نے اپنا فیصلہ کر لیا ہے۔" اس کی آواز میں اب کوئی لرزش نہیں تھی، بلکہ ایک ٹھہراؤ اور پختگی تھی۔ اس کے گھر کے باقی افراد بھی کھنچے چلے آئے۔ سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ حیا نے ایک گہری سانس لی۔ "میں نے... میں نے دانیال کو معاف کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔" یہ سن کر علیزے بے اختیار بول پڑی، "آپی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ بھول گئیں اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟" رضوانہ بیگم کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار تھے۔ لیکن انور علی صاحب خاموش رہے، وہ اپنی بیٹی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کے فیصلے کی وجہ جاننا چاہتے تھے۔ حیا نے اپنی بہن کی طرف دیکھا اور نرمی سے کہا، "نہیں علیزے، میں کچھ نہیں بھولی۔ مجھے ہر لفظ، ہر آنسو یاد ہے۔ لیکن مجھے ابا جان کی وہ بات بھی یاد ہے کہ معاف کرنا انتقام لینے سے بہتر ہے۔ اور مجھے ان کی ندامت میں سچائی نظر آئی ہے۔" پھر اس نے اپنے والد کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ "ابا جان، غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔ انہوں نے بہت بڑی غلطی کی، لیکن انہوں نے آکر اس کا اعتراف کرنے کی ہمت بھی کی۔ اگر میں اس وقت انہیں ان کی سچی ندامت کے باوجود ٹھکرا دوں گی، تو مجھ میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا جنہوں نے حسد کی بنا پر یہ سب کیا؟" اس نے ایک لمحے کو توقف کیا اور پھر وہ شرط بیان کی جو اس کے دل کے فیصلے کو اس کے دماغ کے تحفظ سے جوڑ رہی تھی۔ "لیکن... میں یہ رشتہ دوبارہ جوڑنے کے لیے تیار ہوں، مگر صرف ایک شرط پر۔"

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ "میری شرط یہ ہے کہ آئندہ ہمارے رشتے کی بنیاد صرف اور صرف اعتماد ہو گا۔ محبت سے بھی بڑھ کر اعتماد۔ اگر زندگی میں پھر کبھی کوئی ایسا موڑ آیا، کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی، تو وہ کسی اور کی بات سننے، کسی ثبوت کو دیکھنے سے پہلے مجھ سے آکر بات کریں گے۔ وہ میری آنکھوں میں سچ تلاش کریں گے۔ اگر انہیں یہ شرط منظور ہے، تو مجھے بھی یہ رشتہ منظور ہے۔ اور اگر وہ اس اعتماد کی ضمانت نہیں دے سکتے، تو پھر یہ رشتہ مجھے بھی قبول نہیں۔" حیا کے ان الفاظ نے سب کو خاموش کر دیا۔ اس کے فیصلے میں کمزوری یا جذباتیت نہیں، بلکہ حکمت، مضبوطی اور ایک گہرا سبق تھا۔ اس نے معاف تو کر دیا تھا، لیکن ساتھ ہی اپنے رشتے کے لیے ایک ایسا اصول بھی وضع کر دیا تھا جو مستقبل میں اسے کسی بھی طوفان سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ انور علی صاحب اپنی بیٹی کے فیصلے پر مسکرا دیے۔ ان کی آنکھوں میں فخر اور

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اطمینان کی چمک تھی۔ انہیں لگا جیسے ان کی بیٹی آج واقعی بڑی ہو گئی ہے۔

"مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے بیٹا،" انہوں نے کہا۔ "تم نے بالکل صحیح اور متوازن فیصلہ کیا ہے۔" اس کے بعد انور علی صاحب نے خود دانیال کو فون کیا۔ دانیال، جو اپنے گھر میں بے چینی سے فون کا انتظار کر رہا تھا، نے کانپتے ہاتھوں سے کال اٹھائی۔

"ہیلو، انکل"...

"وعلیکم السلام،" انور علی صاحب کی آواز پرسکون تھی۔ "میں تمہیں حیا کا فیصلہ بتانے کے لیے فون کیا ہے۔" دانیال نے اپنی سانس روک لی۔

"اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے،" یہ سنتے ہی دانیال کو لگا جیسے اس کی جان میں جان آگئی۔ "لیکن اس کی ایک شرط ہے۔" انور علی صاحب نے حیا کی شرط لفظ بہ لفظ اسے بتائی۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

دانیال خاموشی سے سب کچھ سنتا رہا۔ جب انور علی صاحب نے بات ختم کی تو اس کی آواز آنسوؤں سے بھری ہوئی تھی۔ "انکل... یہ شرط نہیں، یہ تو میرے گناہ کا کفارہ ہے۔ مجھے اس کی ہر شرط منظور ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں... میں اپنی آخری سانس تک اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ میری زندگی کا ہر فیصلہ اس کی آنکھوں کی سچائی دیکھ کر ہو گا۔" اس کے لہجے کی سچائی نے انور علی صاحب کو بھی متاثر کیا۔ "ٹھیک ہے پھر۔ اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو، تو اپنے والدین کو لے کر ہمارے گھر آجاؤ تاکہ ہم بڑوں کی طرح بیٹھ کر باقی معاملات طے کر سکیں۔" فون بند ہوا۔ دانیال نے خوشی اور تشکر کے آنسوؤں کے ساتھ اللہ کا سجدہ کیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اسے معافی مل گئی ہے۔ اسے احساس تھا کہ یہ صرف معافی نہیں، بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ حیا نے اسے معاف کر کے اس پر جو احسان

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کیا تھا، اسے اس کی قیمت اپنی پوری زندگی کی وفاداری اور اعتماد سے چکانی تھی۔دل کا فیصلہ ہو چکا تھا، اور اب دو ٹوٹے ہوئے دلوں کو دوبارہ جوڑنے کا عمل شروع ہونے والا تھا۔حیا کے فیصلے اور دانیال کے وعدے کے بعد، دونوں خاندانوں کے درمیان تعلقات کو از سرِ نو استوار کرنے کا مرحلہ شروع ہوا۔ انور علی صاحب کے فون کے فوراً بعد، دانیال نے اپنے والدین کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ حسین فاروقی، جو اپنے بیٹے کی اذیت اور اپنی غلطی کے احساس تلے دبے ہوئے تھے، نے فوراً کہا، "ہمیں اسی وقت ان کے گھر چلنا چاہیے۔ ہمیں نہ صرف اپنے بیٹے کے کیے کی، بلکہ اپنی غلط فہمی اور سخت رویے کی بھی معافی مانگنی ہے۔" صبیحہ بیگم کی آنکھوں میں تو خوشی کے آنسو تھے۔ انہیں لگ رہا تھا جیسے ان کے گھر کی کھوئی ہوئی رونق لوٹ آئی ہے۔ وہ اس نیک اور صابر لڑکی، حیا، کے لیے دل سے شکر گزار تھیں جس نے اتنے بڑے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

صدمے کے باوجود معافی کا راستہ چنا تھا۔ اگلے دن، فاروقی خاندان — حسین فاروقی، صبیحہ بیگم اور دانیال — انور علی صاحب کے گھر پہنچے۔ آج ان کی آمد میں پہلی بار والی امارت کی شان و شوکت نہیں، بلکہ ندامت اور انکساری تھی۔ وہ اپنے ساتھ کوئی مہنگے تحائف نہیں لائے تھے، صرف اپنے شرمندہ دل اور معافی کی درخواست لے کر آئے تھے۔ انور علی صاحب نے ان کا استقبال کیا اور انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ ماحول میں اب بھی ایک قسم کی سنجیدگی اور جھجک موجود تھی۔ گفتگو کا آغاز حسین فاروقی نے کیا۔ ان کی آواز، جو ہمیشہ حکم اور غرور کی عادی تھی، آج ٹوٹی ہوئی اور شرمندہ تھی۔ "پروفیسر صاحب... میں نہیں جانتا کہ کن الفاظ میں آپ سے اور آپ کی فیملی سے معافی مانگوں۔ میرے بیٹے نے جو کیا، وہ ناقابلِ معافی تھا، لیکن ایک باپ ہونے کے ناطے میں بھی اتنا ہی قصوروار ہوں۔ مجھے تحقیق کرنی چاہیے تھی، مجھے آپ لوگوں کی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

شرافت پر بھروسہ کرنا چاہیے تھا۔ لیکن میں نے اپنی جھوٹی سماجی حیثیت کے غرور میں ایک بہت بڑی غلطی کر دی۔" انہوں نے ہاتھ جوڑ دیے۔ "اگر ہو سکے تو ہمیں معاف کر دیجیے۔" انور علی صاحب نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔ "فاروقی صاحب، آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ براہِ کرم مجھے شرمندہ نہ کریں۔ جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ اللہ نے چاہا تو اب سب بہتر ہو گا۔ ہم نے آپ سب کو دل سے معاف کر دیا ہے۔" اس کے بعد صبیحہ بیگم اٹھ کر رضوانہ بیگم کے پاس گئیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "رضوانہ بہن، میں کس منہ سے آپ کا سامنا کروں؟ میں نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ حیا ہماری بیٹی بن کر آئے گی، اور میرے ہی گھر والوں نے اس کی عزت پر سوال اٹھا دیا۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔" رضوانہ بیگم نے انہیں گلے لگا لیا۔ "نہیں بہن، ایسی باتیں نہ کریں۔ وقت کی لکھی کو کون ٹال سکتا ہے؟ اللہ کا شکر ہے کہ

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس نے سچائی کو سامنے لا دیا۔ اب پرانی باتوں کو بھول جائیں اور نئی شروعات کریں۔" اس دوران دانیال ایک مجسمے کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ کسی سے نظر ملا سکے۔

انور علی صاحب نے اسے دیکھا۔ "بیٹھو بیٹا۔" پھر انہوں نے حیا کو آواز دی۔ حیا چائے کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر ایک پرسکون اور باوقار مسکراہٹ تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ پراعتماد اور مضبوط لگ رہی تھی۔ اس نے سب کو سلام کیا۔ جب اس کی نظر دانیال پر پڑی تو ایک لمحے کے لیے دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ دانیال کی آنکھوں میں گہری ندامت، تشکر اور بے پناہ محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، جبکہ حیا کی آنکھوں میں معافی، سکون اور ایک خاموش پیغام تھا کہ "اعتماد کو مت توڑنا"۔ اس ایک نظر میں ہی ان دونوں نے وہ سب کہہ اور سن لیا جو شاید الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا تھا۔

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

بڑوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ اب شادی میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ایک ہفتے بعد کی ایک سادہ سی تاریخ نکاح کے لیے مقرر کر دی گئی۔

حسین فاروقی نے اس بار کسی قسم کی دھوم دھام پر اصرار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے انور علی صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ایک سادہ اور باوقار تقریب پر رضامندی ظاہر کی۔جب فاروقی خاندان رخصت ہونے لگا تو صبیحہ بیگم نے حیا کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے ماتھے کو چوما۔ "بیٹی، تم نے آج صرف ایک رشتہ نہیں بچایا، بلکہ دو خاندانوں کی عزت بچا لی ہے۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔"ان کے جانے کے بعد گھر کی فضا میں پھیلا مہینوں کا بوجھ جیسے اتر گیا تھا۔خوشیاں احتیاط سے، دبے پاؤں، اس گھر میں دوبارہ داخل ہو رہی تھیں۔ایک ٹوٹا ہوا رشتہ اب پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ دوبارہ جڑ چکا تھا، کیونکہ اس کی نئی بنیاد اب صرف محبت پر نہیں، بلکہ آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلنے والے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اعتماد پر رکھی گئی تھی۔ شادی کا دن آن پہنچا۔ یہ دن کسی بھی لڑکی کی زندگی کا سب سے اہم دن ہوتا ہے، خوابوں اور امیدوں سے بھرا ہوا۔ حیا کے لیے بھی یہ دن بہت خاص تھا، لیکن اس کے خوابوں میں اب صرف رنگ نہیں تھے، بلکہ حقیقت کی پختگی اور تجربے کی گہرائی بھی شامل تھی۔ انور علی صاحب نے اپنی خواہش کے مطابق شادی کی تقریب انتہائی سادگی اور وقار کے ساتھ اپنے گھر کے صحن میں ہی منعقد کی۔ صحن کو گ ڈ اور موتیا کے پھولوں کی لڑیوں سے سجایا گیا تھا، جن کی بھینی بھینی خوشبو پورے ماحول کو معطر کر رہی تھی۔ مہمانوں میں صرف چند قریبی رشتہ دار اور دوست شامل تھے۔ کسی قسم کا بینڈ باجا یا بے جا شور شرابا نہیں تھا، صرف ایک پرسکون اور روحانی ماحول تھا۔

حیا سرخ رنگ کے روایتی عروسی جوڑے میں ملبوس تھی۔ یہ جوڑا بہت قیمتی یا ڈیزائنر نہیں تھا، بلکہ اس پر اس کی ماں اور بہن کی محبت کی کڑھائی

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تھی۔ اس نے زیورات بھی بہت کم پہنے تھے، لیکن اس کے چہرے کا نور اور اس کی آنکھوں کی چمک کسی بھی زیور سے بڑھ کر تھی۔ وہ شرم و حیا کا پیکر بنی، اپنی سہیلیوں اور علیزے کے جھرمٹ میں بیٹھی تھی۔

دوسری طرف، فاروقی خاندان جب بارات لے کر پہنچا تو ان کے انداز میں بھی وہی سادگی اور انکساری نمایاں تھی۔ دانیال نے سنہرے رنگ کی شیروانی پہنی ہوئی تھی، جس میں وہ ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا، لیکن آج اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کا سکون اور سنجیدگی تھی۔ اس کی نظریں بار بار اس دروازے کی طرف اٹھ جاتیں جس کے پیچھے اس کی محبت، اس کی زندگی منتظر تھی۔نکاح کی تقریب کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ قاضی صاحب نے جب نکاح کا خطبہ پڑھا تو ماحول میں ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب انہوں نے حیا سے ایجاب و قبول کے لیے پوچھا، تو ایک لمحے کے لیے کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ حیا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

نے اپنی آنکھیں بند کیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ سارا سفر گھوم گیا —پہلی ملاقات سے لے کر منگنی تک، پھر ٹوٹے ہوئے اعتماد کا کرب، جدائی کی اذیت، اور پھر ندامت کے آنسوؤں سے دھل کر ملنے والی یہ نئی صبح۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور کانپتی مگر پُرعزم آواز میں کہا، "قبول ہے۔" اس کے بعد جب دانیال سے پوچھا گیا تو اس نے بغیر کسی توقف کے، ایک مضبوط اور بھرپور آواز میں کہا، "قبول ہے۔" اس کے لہجے میں صرف الفاظ نہیں، بلکہ ایک عمر بھر کا عہد شامل تھا — حفاظت کا، محبت کا، اور سب سے بڑھ کر، اعتماد کا۔ نکاح کے بعد مبارکبادوں کا شور بلند ہوا۔ حسین فاروقی نے آگے بڑھ کر انور علی صاحب کو گلے لگایا۔

"مبارک ہو پروفیسر صاحب۔ آج سے آپ کی بیٹی ہماری عزت ہے۔"

رخصتی کا وقت آیا تو ماحول آبدیدہ ہو گیا۔ حیا اپنے والد کے گلے لگ کر بہت روئی۔ انور علی صاحب نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس کے

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کان میں کہا، "بیٹا، تم نے ہمیشہ میرا سر فخر سے بلند کیا ہے۔ اب اپنے نئے گھر کو بھی اسی طرح اپنی نیکی اور صبر سے روشن کرنا۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔" رضوانہ بیگم اور علیزے سے مل کر تو جیسے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ جب حیا گاڑی میں بیٹھنے لگی تو دانیال نے آگے بڑھ کر اس کے لیے دروازہ کھولا اور بہت دھیرے سے، صرف اتنا کہا، "مجھ پر بھروسہ کرنے کا شکریہ۔" حیا نے صرف نظر اٹھا کر اسے دیکھا، اور اس کی آنکھوں نے جواب دیا، "اس بھروسے کو قائم رکھیے گا۔"

گاڑی فاروقی مینشن کی طرف روانہ ہو گئی۔ حیا اپنے پیچھے ایک باب چھوڑ کر ایک نئی زندگی، ایک نئے باب کی طرف بڑھ رہی تھی۔ یہ شادی صرف دو انسانوں کا نہیں، بلکہ دو خاندانوں کا، دو مختلف دنیاؤں کا اور آزمائش سے گزر کر کندن بننے والی محبت کا ملاپ تھی۔ فاروقی مینشن میں صبیحہ بیگم نے اپنی بہو کا استقبال پلکیں بچھا کر کیا۔ انہوں نے اس کی نظر

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اتاری اور دودھ پلائی کی رسم ادا کی۔ گھر کا ہر فرد حیا کی سادگی اور وقار سے بے حد متاثر تھا۔ سارہ کے واقعے کے بعد، سبھی کو ایک نیک اور سلجھی ہوئی بہو کی قدر ہو گئی تھی۔اس رات، جب دانیال اپنے کمرے میں داخل ہوا، تو حیا گھونگھٹ نکالے بستر پر بیٹھی تھی۔ دانیال نے اس کے پاس بیٹھ کر دھیرے سے اس کا گھونگھٹ اٹھایا۔ اس نے کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں کی، صرف اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور کہا:

"حیا، ماضی میں جو ہوا، میں اسے مٹا تو نہیں سکتا۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہمارا مستقبل اس ماضی کے سائے سے پاک ہو گا۔ آج سے میری ہر سانس، ہر سوچ اور ہر فیصلہ صرف تم سے شروع ہو کر تم پر ہی ختم ہو گا۔"حیا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ اس نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ ایک طویل اور کٹھن سفر کے بعد، آج وہ اپنی منزل پر پہنچ گئی تھی۔وقت کسی کے لیے نہیں رکتا، یہ اپنی رفتار سے چلتا رہتا

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

ہے، کبھی زخم دیتا ہے تو کبھی ان پر مرہم رکھتا ہے۔ حیا اور دانیال کی شادی کو پانچ سال گزر گئے۔ ان پانچ سالوں میں ان کی محبت کا پودا ایک مضبوط اور سایہ دار درخت بن چکا تھا، جس کی جڑیں اعتماد کی زمین میں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کا رشتہ ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید گہرا اور خوبصورت ہوتا گیا۔فاروقی مینشن، جو کبھی اپنی شان و شوکت اور رسمی ماحول کی وجہ سے جانا جاتا تھا، حیا کے آنے سے ایک حقیقی "گھر" بن گیا تھا۔ حیا نے اپنی سادگی، سلیقے اور محبت بھرے رویے سے سب کے دل جیت لیے تھے۔ وہ صرف دانیال کی بیوی نہیں، بلکہ صبیحہ بیگم کی بیٹی، حسین فاروقی کی قابلِ فخر بہو اور گھر کے ہر ملازم کے لیے ایک ہمدرد مالکن تھی۔ اس نے گھر کے ماحول سے وہ مصنوعی پن اور اسٹیٹس کی دیواریں گرا دی تھیں اور اسے محبت اور اپنائیت کے رنگوں سے سجا دیا تھا۔ حسین فاروقی، جو کبھی متوسط طبقے کو کمتر سمجھتے تھے، اب ہر محفل میں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اپنی بہو کی تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے۔ وہ اکثر کہتے، "دولت تو ہم نے بہت کمائی، لیکن گھر کو گھر ایک بہو نے ہی بنایا ہے۔ حیا ہماری بیٹی نہیں، بلکہ رحمت بن کر آئی ہے۔" صبیحہ بیگم کو تو جیسے دنیا کی ہر خوشی مل گئی تھی۔ انہیں حیا کی صورت میں ایک ایسی ساتھی مل گئی تھی جس سے وہ اپنے دل کی ہر بات کہہ سکتی تھیں۔دانیال اپنی زندگی میں اتنا خوش اور مطمئن کبھی نہیں رہا تھا۔ حیا اس کی زندگی میں ایک ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح تھی، جو اس کی روح کو سکون بخشتی تھی۔ اس نے اپنا وعدہ نبھایا تھا۔ ان پانچ سالوں میں کئی بار ایسے مواقع آئے جب چھوٹی موٹی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں، لیکن دانیال نے ہمیشہ حیا کی شرط کو یاد رکھا۔ وہ کسی بھی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے ہمیشہ سب سے پہلے حیا کے پاس آتا، اس سے بات کرتا اور اس کی آنکھوں میں سچ تلاش کرتا۔ ان کا اعتماد اب اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ شہیر کو

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

اس کے کیے کی سزا ملی۔ فراڈ اور ہتکِ عزت کے مقدمے کی وجہ سے اس کی کاروباری ساکھ تباہ ہو گئی اور اسے معاشرے میں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ سارہ کی شادی اس کے والدین نے جلد ہی بیرون ملک مقیم ایک شخص سے کر دی تھی، لیکن وہ اپنی زندگی میں کبھی خوش نہ رہ سکی، کیونکہ حسد کی آگ نے اس کے اندر کی ہر خوشی کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

دوسری طرف، انور علی صاحب کے گھر کی خوشیاں بھی دوبالا ہو گئی تھیں۔ علیزے نے اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی اور اس کا رشتہ ایک اچھے، پڑھے لکھے خاندان میں طے پا گیا تھا۔ دانیال، انور علی صاحب کا احترام اپنے سگے باپ سے کم نہیں کرتا تھا اور اکثر ان سے زندگی اور اصولوں کے بارے میں رہنمائی لینے ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ شادی کی پانچویں سالگرہ کے موقع پر، دانیال نے حیا کے لیے ایک سرپرائز پارٹی کا اہتمام کیا۔ یہ پارٹی فاروقی مینشن کے اسی لان میں تھی جہاں پانچ سال پہلے ان

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کی منگنی ہوئی تھی۔ لیکن آج کے ماحول میں وہ تناؤ اور اجنبیت نہیں، بلکہ صرف محبت، خوشی اور اپنائیت تھی۔ پارٹی میں دونوں خاندانوں کے قریبی افراد موجود تھے۔رات کو جب تمام مہمان چلے گئے تو دانیال اور حیا لان میں چہل قدمی کرنے لگے۔ چاندنی رات تھی اور موتیا کی خوشبو ہوا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ ان کے ساتھ ان کا تین سالہ بیٹا "علی" بھی تھا، جس کا نام انور علی صاحب کے نام پر رکھا گیا تھا۔ علی اپنی توتلی زبان میں ستاروں کو دیکھ کر کچھ کہہ رہا تھا۔دانیال نے حیا کا ہاتھ تھاما اور کہا، "حیا، کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم پہلی بار اسی جگہ پر منگنی کے بعد بیٹھے تھے؟"حیا مسکرائی۔ "ہاں، مجھے سب کچھ یاد ہے۔ جیسے کل کی ہی بات ہو۔"

"اس دن تم نے کہا تھا کہ عزت اور اعتماد ہی کسی رشتے کی بنیاد ہوتے ہیں۔" دانیال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

تمہاری بات کی گہرائی کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا تھا۔ مجھے لگتا تھا محبت ہی سب کچھ ہے۔ لیکن پھر زندگی نے مجھے سکھایا کہ محبت کا شعلہ شک کی ایک پھونک سے بجھ سکتا ہے، لیکن جس رشتے کی بنیاد اعتماد پر ہو، اسے کوئی طوفان نہیں گرا سکتا۔" اس نے جھک کر اپنے سوئے ہوئے بیٹے کے ماتھے کو چوما۔ "تم نے مجھے صرف ایک اچھا شوہر اور باپ ہی نہیں بنایا، تم نے مجھے ایک بہتر انسان بنایا ہے۔ تم نے مجھے معاف کر کے جو کچھ دیا ہے، میں اس کا قرض سات جنموں میں بھی نہیں چکا سکتا۔" حیا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلک آئے۔ اس نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ "ایسی باتیں نہ کریں۔ جو کچھ بھی ہوا، اس نے ہمارے رشتے کو کمزور نہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط بنایا ہے۔ ہم نے آگ سے گزر کر کندن بننا سیکھا ہے۔" وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھتے رہے۔ انہیں اپنی زندگی بھی اس چاند

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

کی طرح ہی لگ رہی تھی، جس پر ماضی کے کچھ داغ تو تھے، لیکن اس کی چاندنی پہلے سے کہیں زیادہ روشن اور پُرسکون تھی۔ حیا نے سوچا، واقعی محبت صرف جذبات کا نام نہیں، بلکہ صبر، قربانی اور درگزر کا نام ہے۔ کبھی کبھی دل جو کہتا ہے، وہ بظاہر ناممکن لگتا ہے، لیکن اگر نیت صاف ہو اور اللہ پر بھروسہ ہو، تو ہر ناممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اسے اپنی پہلی ملاقات یاد آئی، جب دانیال نے اس کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ "کامیابی ایک توازن کا نام ہے۔" آج ان کی زندگی اس توازن کی بہترین مثال تھی۔ ان کے پاس دولت بھی تھی اور سکون بھی، محبت بھی تھی اور عزت بھی۔ دانیال نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا اور پوچھا، "کیا سوچ رہی ہو؟" حیا نے مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا اور دھیرے سے کہا، "یہی... کہ کبھی کبھی ہمیں صرف اپنے دل کی سننی چاہیے۔ کیونکہ کچھ دل نے کہا تھا... اور آج دیکھو، اس نے ہمیں کہاں

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/

سے کہاں پہنچا دیا۔"اس کی آواز ہوا میں تحلیل ہو گئی اور ان کی محبت کی لازوال کہانی، ستاروں کی روشنی میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گئی۔

ناول کا اختتام

Novel Cafe

POSTED ON: https://itxhwrite.blogspot.com/